عورت

اسلامی ومغربی کشمکش کے تناظر میں

مفکر اسلام علامہ

پروفیسر عون محمد سعیدی مصطفوی

منجانب: تحریک نظام مصطفیٰ (اہل سنت) پاکستان

فہرست مضامین

عورت

(اسلامی و مغربی کشمکش کے تناظر میں)

اسلام کے مطابق عورت اعلیٰ شرافتوں کا مجسمہ اور صورت و سیرت کے حسن کا مرقع ہے۔ اگر عورت نہ ہوتی تو یہ دنیا بے رنگ و بے نور ہوتی، روئے زمین کی ہر چیز پھیکی اور بے مزہ ہوتی، سورج کے چمکنے اور چاند کے دمکنے میں کوئی کشش نہ ہوتی، بہاروں کے قافلوں اور آبشاروں کے نغموں میں کوئی دلربائی نہ ہوتی، پھولوں کی خوشبو اور پھلوں کی تازگی میں کوئی لطف نہ ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے عورت کو تخلیق فرما کر دنیا کو رعنائی اور انسانیت کو زیبائی عطا کی۔

حسن و جمال کے اس پیکر کا اصل مقام کیا ہے، اس کے متعلق اسلامی نظریہ مغربی نظریے سے بالکل مختلف ہے۔ ان دونوں کے درمیان زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اسلام عورت کو کسی اور نظر سے دیکھتا ہے جبکہ یورپ کسی اور نظر سے۔ اس سلسلے میں جب تک چند بنیادی اصولی نظریات نہ سمجھ لیے جائیں عورت کے بارے میں درست تصورات تک رسائی مشکل ہے۔ سب سے پہلے اسلامی و مغربی تناظر میں چند اصولی نظریات پیش کیے جاتے ہیں، پھر مرد و عورت کے حوالے سے چند اسلامی نظریات پیش کیے جائیں گے، پھر صرف عورت کے حوالے سے اسلامی نظریات پیش کیے جائیں گے۔ اس کے بعد مزید مباحث لائی جائیں گی۔

(1) اصولی نظریات: اسلامی و مغربی تناظر

(1) کائنات کے ذرے ذرے کا خالق و مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ اس نے نسل انسانی کی پیدائش کا سلسلہ ایک مرد اور ایک عورت سے شروع کیا۔ اسی نے دونوں کے حقوق و فرائض بھی متعین فرما دیے۔ بحیثیت انسان مرد و عورت میں کوئی فرق نہیں، لیکن فطرت،

طبیعت اور نفسیات کے مختلف ہونے کی وجہ سے ہر دو کا دائرہ کار مختلف ہے۔۔مغربی تہذیب جو کہ ایک ابلیسی اور دجالی تہذیب ہے اس نے اپنی شیطانی عقل سے خدا تعالیٰ کے متعین کردہ مرد و عورت دونوں کے فطری دائرہ کار کو تلپٹ کر دیا، خدائی حقوق و فرائض کو تباہ کر دیا اور اس صنفی فرق کو مٹانے کی کوشش کی جو اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے درمیان قائم کیا تھا۔قرآن حکیم میں اس طرح کی ہر باطل کوشش کو ''تغییر خلق اللہ'' سے تعبیر کیا گیا ہے۔

(2) اسلامی عقیدے کے مطابق انسان (مرد ہو یا عورت) کو اللہ تعالیٰ کی بندگی کے لیے پیدا کیا گیا ہے، اس کی ساری زندگی، زندگی کا ہر سال، سال کا ہر مہینہ، مہینے کا ہر ہفتہ، ہفتے کا ہر دن، دن کا ہر گھنٹہ، گھنٹے کا ہر منٹ، منٹ کا ہر سیکنڈ، سیکنڈ کا ہر مائیکرو سیکنڈ رب کی بندگی میں گزرنا ضروری ہے۔زندگی کے ہر ہر لمحے میں بندگی کا مکمل نظام اللہ تعالیٰ نے اسلام کی صورت میں عطا فرما دیا ہے۔لہذا کسی بھی انسان کو قطعاً یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اس خدائی نظام میں ذرہ برابر بھی من مانی کی کوشش کرے۔۔لیکن اس کے برعکس مغربی نقطۂ نظر' جو کہ خالصتاً خدائی نظام سے بغاوت، اپنی عقل پر اعتماد اور من مانی پر مبنی ہے' یہ ہے کہ مرد و عورت دونوں کمائی کی مشینیں ہیں، بالخصوص عورت ایک بہترین بکاؤ مال ہے، جس کے سر سے لے کر پاؤں تک ہر ہر عضو اور ہر ہر ادا کے ذریعے بہت زیادہ سرمایہ حاصل کیا جا سکتا ہے، اسی لیے جب مغرب کہتا ہے کہ عورت کو مرد کے شانہ بشانہ لاؤ تو اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ عورت کو بھی مرد کی طرح کمائی کی راہ پر لگاؤ۔

(3) اسلام چونکہ اللہ تعالیٰ پر، اس کی بھیجی ہوئی کتاب قرآن حکیم پر، اس کے پیغمبروں کی نبوت پر، پیغمبروں کے مقدس فرامین پر، مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے پر اور بروز قیامت رب کی بارگاہ میں اپنے ہر ہر عمل کی جواب دہی پر ایمان لانے کا مذہب ہے، اس لیے وہ احکام الٰہیہ سے باہر نکلنے کو سخت خطرناک قرار دیتا ہے۔۔جبکہ مغربی تہذیب چونکہ خدا، رسول اور آخرت کے عقیدے سے بے گانہ ہو چکی ہے، اس لیے وہ احکام الٰہیہ کو کچھ بھی اہمیت دینے کے لیے تیار نہیں۔

(4) اسلام سر سے لے کر پاؤں تک اپنے سارے جسم پہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کو نافذ کرنے کا نام ہے کیونکہ جسم بھی رب کا، مرضی بھی رب کی۔۔ جبکہ مغربی تہذیب ''میرا جسم میری مرضی'' (My Body My Choice) کا نعرہ بلند کرتی ہے۔ جب بندے نے یہ شیطانی نعرہ لگادیا تو وہ ہر طرح کے خدائی بندھن سے آزاد ہو گیا۔ اب وہ رب کے جس حکم کی جیسے مرضی دھجیاں اڑائے، کیونکہ سب سے پہلے یہ نعرہ شیطان نے لگایا تھا، جب اسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ آدم کو سجدہ کر! تو وہ اکڑ گیا اور اپنے جسم کو رب کی مرضی کے مطابق جھکانے سے انکار کر دیا۔

(5) اسلام کے مطابق انسان اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ ایک مقدس، اشرف اور افضل مخلوق ہے، وہ دنیا میں عام جانوروں کی طرح صرف کھانے پینے اور جینے مرنے نہیں آیا، بلکہ خدا کا خلیفہ بن کر اس کے عطا فرمودہ عظیم مقاصد کی تکمیل کے لیے آیا ہے، اب جو ان مقاصد پر قائم رہے گا وہی مقدس ٹھہرے گا۔۔ جبکہ مغربی تہذیب کے مطابق چونکہ انسان کا کوئی خالق نہیں ہے اور نہ ہی اس کے ذمے خدائی مقاصد کی تکمیل ہے اس لیے وہ بھی دیگر جانوروں کی طرح ایک معاشرتی جانور (Social Animal) ہے، جو ان کی طرح کھاتا پیتا اور جیتا مرتا ہے، پھر مرنے کے بعد وہ ہمیشہ کے لیے فنا کے گھاٹ اتر جاتا ہے اور بس!۔

(6) اسلام کی نظر میں عزت کا ذاتی طور پر سرمائے سے کوئی بھی تعلق نہیں ہے، بلکہ اس کا تعلق تقویٰ سے ہے۔ جو جتنا زیادہ رب کے بتائے ہوئے نیک راستے کے قریب اور برے راستے سے دور ہے وہ اتنا ہی معزز و محترم ہے، چاہے وہ مالی لحاظ سے غریب تر کیوں نہ ہو۔۔ جبکہ یورپ کی نظر میں عزت کا تعلق صرف سرمائے (دھن دولت) سے ہے، جس کے پاس جتنا زیادہ سرمایہ ہے وہ اتنا زیادہ معزز ہے، چاہے وہ دینی لحاظ سے بالکل کرپٹ کیوں نہ ہو۔ اسی لیے ایک مسلمان سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر اللہ و رسول کے احکام کو ترجیح دیتا ہے، جبکہ ان کا منکر سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر سرمایہ اکٹھا کرنے کو ترجیح دیتا ہے۔

(7) اسلام تمام مسلمانوں کو محدود حقیقی آزادی عطا کرتا ہے، وہ انہیں مکمل طور پر

معاشرتی وریاستی جبر کے رحم وکرم پر نہیں چھوڑتا۔کثیر کثیر معاملات میں ان کی جائز مرضی کو ایک اہمیت دیتا ہے۔۔جبکہ مغربی تہذیب نے نہ صرف خود اپنے باشندوں کو بلکہ دنیا بھر کے تمام انسانوں کو جھوٹی آزادی کے نام پر حقیقی غلامی میں جکڑ رکھا ہے۔مثلاً اس نے عظیم اخلاقی وروحانی اقدار کو نیست ونابود کر کے رکھ دیا ہے۔لوگوں کو منظّم طور پر لہوولعب،شراب وشباب اور گناہوں بدکاریوں میں مبتلا کر دیا ہے۔انہیں کتے،خنزیر،ناپاک جانور اور مضر صحت غذائیں کھلا کھلا کر بیمار کر دیا ہے۔بے حیائی،عریانی،فحاشی،ریپ،قتل اور جوے کی خرابیوں میں مبتلا کر دیا ہے۔فحاشی پر مبنی جنسی تعلیم اور ناجائز بچوں کا سلسلہ عام ہے۔ بوڑھوں کو اولڈ ہاؤسز میں تنہائی کی موت مرنے کی نوبت تک پہنچا دیا ہے۔سارے معاشی نظام کو سود کی لعنت میں جکڑ دیا ہے۔بچوں کی پیدائش پر جبری قدغنیں لگادی ہیں۔موبائلز کے ذریعے ہر ہر فرد کا ریکارڈ اپنے پاس رکھ کر ان کی نجی زندگی کو غیر محفوظ بنا دیا ہے۔خاندانی نظام کو تباہ وبرباد کر دیا ہے۔لوگوں کو خدا اور سول سے دور کر کے سرمائے کا غلام بنا دیا ہے۔ ایمان جیسی عظیم نعمت سے بے گانہ کر کے انہیں جہنم کا مستحق بنا دیا ہے۔انبیاء ورسل کی گستاخیاں کرنے والوں کو بجائے سزائیں دینے کے پناہ،عزت اور مراعات سے مالا مال کر دیا ہے۔دنیا کو تقسیم در تقسیم میں مبتلا کر کے اپنی حاکمیت کو مضبوط کر رکھا ہے۔تعلیم جیسے مقدس عمل کو تجارت بنا دیا ہے۔وکیلوں کا نظام قائم کر کے بھاری بھرکم فیسوں کے ساتھ عدل وانصاف کو مہنگا کر دیا ہے۔انڈسٹری اور ٹیکنالوجی کے ذریعے ہر طرف ہر قسم کی آلودگی پھیلا دی ہے۔رنگ ونسل اور علاقہ وزبان کی تفریقات کو فروغ دیا ہے۔دنیا بھر میں دیگر مذاہب خصوصاً دینِ برحق اسلام کے ماننے والوں کو جگہ جگہ کچل دیا ہے۔انواع واقسام کے ٹیکس لگا لگا کر انسانیت کا خون نچوڑ لیا ہے۔غرضیکہ انہوں نے ہر ہر چیز کو کاروبار بنا کر لوگوں کی فطرت کو کچل دیا ہے اور ان پر خود تراشیدہ مصنوعی زندگی کو مسلط کر دیا ہے۔اسلام دنیا بھر سے اصولوں کے پابند ''مقدس جہاد'' کے ذریعے ایسے ہر قسم کے جبر کو ختم کرنے،انسانیت کو بندوں کی غلامی سے نکال کر خدا کی بندگی میں لانے اور لوگوں کی دنیا وآخرت کو ہر طرح سے

محفوظ کرنے کی دعوت پیش کرتا ہے۔ یاد رہے کہ جہاد عام انسانوں کے قتل کا نہیں بلکہ ظلم و جبر کے نمائندوں سے لڑ کر عام انسانوں کو تحفظ دینے کا نام ہے۔

(8) اسلام معاشرے کے سارے ماحول کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے رنگ میں رنگ کر معطر، مقدس اور معتبر بنانے کا داعی ہے، اسی لیے اس میں سادگی ہے، سنجیدگی ہے، ہمدردی ہے، غم خواری ہے، خلوص ہے، طہارت ہے، عبادت ہے، اپنائیت ہے، خدمت ہے، رشتے داروں کے حقوق ہیں، ہمسایوں کا خیال ہے، مہمانوں کی خاطر تواضع ہے، بزرگوں کے آداب ہیں، کثیر کثیر کام بلا اجرت ہیں۔۔ جبکہ مغربی تہذیب اپنے خالص تجارتی نقطۂ نظر کی وجہ سے سارے معاشرتی ماحول سے مذکورہ خوبیوں کو نکال باہر کرتی ہے، اسی لیے اس میں تصنع ہے، بناوٹ ہے، بے گانگی ہے، ذاتی مفاد ہے، نفس پرستی ہے، ہر ہر چیز کی اجرت ہے، بلند و بالا عمارتیں ہیں، محلات ہیں، اسپورٹس ہیں، کلب ہیں، ڈانس ہیں، فلمیں ڈرامے ہیں، ناچ گانے ہیں، شراب خانے ہیں، قحبہ خانے ہیں، تفریحی مراکز ہیں، شاپنگ مالز ہیں، تعیّشات ہیں، چلڈرن ہاؤسز ہیں، اولڈ ہاؤسز ہیں، بین الاقوامی لوٹ مار ہے، حد درجہ مہنگی اشیاء ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ دونوں اپنی حقیقت و ماہیت کے لحاظ سے ایک دوسرے سے بالکل جدا، مختلف اور متضاد ہیں، اسلامی طرز حیات عباداتی نقطۂ نظر سے عبارت ہے اور مغربی طرز حیات تجارتی نقطۂ نظر سے عبارت ہے، لہذا یہ دونوں کبھی بھی اکٹھے نہیں ہو سکتے۔

(9) اسلام چونکہ ہر ہر شے کو ایمان کی نظر سے دیکھتا ہے اس لیے وہ زندگی کے جملہ امور کو حکم الٰہی کے تحت لاتا ہے، اس کے یہاں ''کلچر'' نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔ جبکہ مغربی تہذیب چونکہ ایمان کو کچھ بھی نہیں سمجھتی اس لیے وہ مسلمانوں کے جملہ معاملات کو ''کلچر'' قرار دیتی ہے۔ ہمارے نزدیک نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کلچر نہیں، عبادات ہیں۔۔ داڑھی پردہ کلچر نہیں، عبادات ہیں۔۔ سنت کے مطابق عمامہ، ٹوپی، لباس کلچر نہیں، عبادات ہیں۔۔ سلام دعا، مصافحہ، معانقہ، صفائی ستھرائی کلچر نہیں، عبادات ہیں۔۔ عیادت، تعزیت، مہمان نوازی، خدمت خلق کلچر نہیں، عبادات ہیں۔۔ سیاست، معیشت، قانون، دفاع، تعلیم، تبلیغ،

تجارت، معاشرت کلچر نہیں، عبادات ہیں۔۔گویا مسلمانوں کا سب کچھ ہی عبادت ہوتا ہے۔ہاں !اگر کوئی مسلمان ان تمام چیزوں کو حکم الٰہی سمجھنے کی بجائے معاشرے کا رسم ورواج سمجھ کر بجالائے تو پھر وہ واقعی عبادات نہیں کلچر بن جاتی ہیں اور اس پر کسی قسم کا کوئی اجرو ثواب نہیں ملتا۔

(10) اسلام میں روحانی ،اخلاقی ،فطری اور طبعی اوصاف اتنی زیادہ اہمیت کے حامل ہیں کہ ان کا کوئی مول ہی نہیں ہے۔۔جبکہ مغربی نقطۂ نظر سے یہ اوصاف ثانوی درجے کی حیثیت رکھتے ہیں، اس کے نزدیک اِن کا ہونا نہ ہونا برابر ہے۔وجہ یہ ہے کہ اِن کا کوئی خاص تجارتی فائدہ نہیں ہے۔ہاں !اگر کسی موقع پر ان کی بھی اچھی قیمت لگ جائے تو پھر یہ بھی اہمیت کے حامل ہوجاتے ہیں۔اور اگر یہ کہیں تجارت میں رکاوٹ بننے لگ جائیں تو پھر انہیں جوتے کے نیچے مسل دینا ہی مفید خیال کیا جاتا ہے۔

اسلام میں کھربوں روپے ماں کی ممتا کا مول نہیں ہوسکتے۔۔لاکھوں ہوائی جہاز طہارت کا متبادل نہیں ہو سکتے۔۔کروڑوں ٹرینیں باپ کی شفقت کا معاوضہ نہیں بن سکتیں۔۔ہزار سائینسی ترقیاں عورت کی عفت وعصمت کا بدل نہیں ہوسکتیں۔۔لاکھوں علوم وفنون ایک جید متقی مفتی کے شرعی فتوے کا ثانی نہیں ہوسکتے۔۔دنیا کے سارے ممالک مل کر بھی بندۂ مؤمن کے تقویٰ کا عوض نہیں بن سکتے۔۔عالم کفر کے بدکاری کے لاکھوں اڈے ایک حلالی ہونے کی صفت کے سامنے سوائے لعنت کے کچھ نہیں ہو سکتے۔۔ریسرچ کے لاتعداد ادارے والدین اولاد، بہن بھائی، میاں بیوی، دادا دادی، نانا نانی، چچا ماموں، خالہ پھوپھو کی محبتوں کے مساوی ہرگز نہیں ہو سکتے۔۔کل کائنات ایک مسلمان کی نعمتِ ایمان کے مساوی نہیں ہوسکتی۔۔کھربوں آسائشیں دینی وشرعی غیرت کے سامنے کوڑا کرکٹ کے برابر نہیں ہوسکتیں۔۔یورپ کی ساری لائبریریاں سرورِ کائنات ﷺ کی صرف ایک سنت کی عظمت کا مقابلہ نہیں کرسکتیں۔۔ساری روئے زمین کا فنا ہوجانا حرمت وناموس رسالت کے سامنے خاک جتنا نقصان بھی قرار نہیں دیا جاسکتا۔۔وزارت وصدارت کے

لاکھوں عہدے ماں باپ کے چہرے کی زیارت سے بہتر نہیں ہو سکتے۔۔دنیا کی ساری فیکٹریاں بندہ مومن کے ایک سجدے کے رتبے کو نہیں پا سکتیں۔۔اشیائے خورد و نوش کے ان گنت ذائقے تلاوت و درود کے مزوں پہ فوقیت نہیں پا سکتے۔۔چمکتی دمکتی کروڑوں عمارتیں تہجد کے کمال کو نہیں پا سکتیں ۔۔لاتعداد و بے شمار قیمتی گاڑیاں اللہ تعالیٰ کے ایک چھوٹے سے حکم کے سامنے مکھی کے پر جتنی حیثیت نہیں پا سکتیں۔

ایک سچا مسلمان یورپ کی ایسی ساری ترقیوں پہ لعنت بھیجتا ہے جو اسے ان ایمانی اوصاف سے تہی دامن ہو کر حاصل ہوں۔

(2) مرد و عورت: اسلامی نظریات

(1) اسلامی عقیدے کے مطابق ابتداءً عورت کا وجود مرد سے ہے اور انتہاء ساری انسانیت کا وجود مرد و عورت دونوں سے ہے۔ آدم وحوا کی اولاد ہونے کے ناتے وہ ایک ہی سرچشمے کی دو موجیں ہیں، انسانیت کی بقا کا دارومدار ان دونوں پر ہے، کیونکہ کنبہ مرد و عورت دونوں سے مل کر تشکیل پاتا ہے۔ انسانی جسم کی بناوٹ میں جہاں مرد کا حصہ ہے وہاں عورت کا بھی ہے، بلکہ طبی طور پر عورت کا حصہ اس تعمیر میں مرد کی بہ نسبت زیادہ ہے۔

چونکہ عورت کا وجود مرد سے ہے لہذا شریعت میں اگر مرد پر عورت کی ذمے داری ڈالی گئی ہے تو وہ کسی غیر کی نہیں بلکہ خود اپنے وجود کی ذمے داری ہے۔ (۱) اگر وہ اس پہ خرچ کرتا ہے تو کسی غیر پہ نہیں، اپنے ہی وجود پہ خرچ کرتا ہے۔ اگر وہ اس سے حسن سلوک کرتا ہے تو کسی غیر سے نہیں، اپنے آپ سے حسن سلوک کرتا ہے۔ (۲) پھر جیسے اولاد کا وجود ماں باپ سے ہے (ماں باپ اصل اور اولاد فرع ہے) تو اس پر ماں باپ کی اطاعت و خدمت لازم ہے بالکل اسی طرح چونکہ عورت کا وجود مرد سے ہے (مرد اصل اور عورت فرع ہے) تو اس پر بھی مرد کی اطاعت و خدمت لازم ہے۔ اگر اولاد ماں باپ کی یا بیوی شوہر کی اطاعت وخدمت کرے تو یہ کسی غیر کی نہیں بلکہ خود اپنی اطاعت و خدمت ہے۔ (۳) اور جس طرح ماں باپ اولاد کے نگہبان ہوتے ہیں اسی طرح مرد عورتوں کے نگہبان ہیں۔

(2) مرد و عورت دونوں انسانیت کی گاڑی کے دو پہیے اور معاشرے کا لازمی حصہ ہیں۔ مگر چونکہ ان کی جسمانی ساخت اور نفسیاتی کیفیات ایک دوسرے سے مختلف ہیں اس لیے ان کے حقوق و فرائض بھی انھیں کے مطابق ہیں۔

یہ اختلاف انسانیت کی گاڑی کو صحیح طور پر چلانے کے لیے از حد ضروری ہے۔۔ کچھ کام ایسے ہیں جو مرد کے کرنے کے ہیں، وہ عورت نہیں کر سکتی ۔۔ کچھ کام ایسے ہیں جو عورت کے کرنے کے ہیں، وہ مرد نہیں کر سکتا۔۔ یہ دراصل دائرہ کار کا اختلاف ہے یعنی مرد

وعورت کی ذمے داریوں کے میدان مختلف ہیں، اس سے کسی کا گھٹیا ہونا یا بڑھیا ہونا لازم نہیں آتا۔ جیسے ایک آدمی تعلیم کے میدان میں کام کر رہا ہوتا ہے اور دوسرا سیاست کے میدان میں، ایک عدالت کے میدان میں کام کر رہا ہوتا ہے اور دوسرا تجارت کے میدان میں۔

(3) مرد و عورت ایک دوسرے کی تکمیل کرنے والے ہیں، نہ تو مرد عورت کے بغیر مکمّل ہے اور نہ ہی عورت مرد کے بغیر۔ دونوں ایک دوسرے کے بغیر ادھورے اور ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہیں۔ اگر عورت مرد کی لائی ہوئی کمائی کی محتاج ہے تو مرد عورت کی خدمات کا محتاج ہے۔ گھر بنانا مرد کا کام ہے تو بسانا عورت کا کام ہے۔ گھر کی تعمیر مرد کے بغیر ممکن نہیں تو رونق عورت کے بغیر ممکن نہیں۔

قرآن حکیم میں عورتوں کو مردوں کا لباس اور مردوں کو عورتوں کا لباس قرار دیا گیا ہے۔ یعنی جس طرح لباس سے انسان کی تکمیل ہوتی ہے اسی طرح مرد و عورت کی ایک دوسرے سے تکمیل ہوتی ہے۔۔ جس طرح لباس انسان کی سردی گرمی اور دھول مٹی سے حفاظت کرتا ہے اسی طرح مرد و عورت ایک دوسرے کی برے اخلاق و کردار اور دکھ پریشانی سے حفاظت کرتے ہیں۔۔ جس طرح لباس انسان کا حسن ہے اسی طرح مرد و عورت ایک دوسرے کا حسن ہیں۔۔ جس طرح لباس کے بغیر انسان اچھا نہیں لگتا اسی طرح مرد و عورت ایک دوسرے کے بغیر اچھے نہیں لگتے۔۔ جس طرح لباس انسان کے لیے ناپسندیدہ چیزوں سے رکاوٹ ہے اسی طرح مرد و عورت ایک دوسرے کے لیے حرام کاموں سے رکاوٹ ہیں۔۔ جس طرح لباس انسان کے جسم سے ملا ہوا ہوتا ہے اسی طرح مرد و عورت ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں۔۔ جس طرح لباس انسان کے لیے قیمتی ہوتا ہے اسی طرح مرد و عورت ایک دوسرے کے لیے قیمتی ہوتے ہیں۔۔ جس طرح لباس انسان کے لیے راحت و سکون کا باعث ہے اسی طرح مرد و عورت ایک دوسرے کے لیے راحت و سکون کا باعث ہیں۔۔ جس طرح انسان کے لیے لباس سلیقے قرینے کا ہونا ضروری ہے اسی طرح مرد و عورت کا ایک دوسرے کے ساتھ سلیقے قرینے سے رہنا ضروری ہے۔

(4) مرد مرد ہے اور عورت عورت ہے، ان میں کامل مساوات کا نعرہ بلند کرنا بالکل خلاف عقل ہے۔ نیز ان میں کلیتاً عدم مساوات کی سوچ بھی اصلاً باطل ہے۔ دونوں کے وجود پر منصفانہ غور کرنے سے جو حقائق سامنے آتے ہیں وہ یہ کہ وہ بعض چیزوں میں برابر ہیں اور بعض میں مختلف ہیں۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ وہ دونوں درج ذیل امور میں مساوات رکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ کی مخلوق اور اس کا بندہ ہونے میں۔۔ آدم وحوا کی اولاد ہونے میں۔۔ انسان ہونے میں۔۔ تکریمِ آدمیت اور احسن تقویم ہونے میں۔۔ شرعی احکام کا مکلّف ہونے میں۔۔ حقوق کے استحقاق میں۔۔ فرائض کے عائد ہونے میں۔۔ بہترین اوصاف کا حامل ہونے میں۔۔ اخلاقیات کے لازم ہونے میں۔۔ نیکی و بدی میں۔۔ بروز قیامت اپنے اپنے اعمال کا حساب دینے میں۔۔ جرم وسزا میں۔۔ نیکیوں پر اجر وثواب اور گناہوں پر عذاب وعتاب کا حق دار ہونے میں۔۔ عزت واحترام اور حسن سلوک کے مستحق ہونے میں۔۔ افزائش نسل کے لیے شریک ہونے میں۔۔ ملکیت کا حق حاصل ہونے میں۔

درج ذیل امور میں وہ ایک دوسرے کے مساوی نہیں ہیں: جسمانی ساخت میں۔۔ نفسیات میں۔۔ ظاہری حسن و جمال میں۔۔ پرکشش اور جاذب نظر ہونے میں۔۔ آواز کے باریک و بھاری ہونے میں۔۔ نزاکت و نفاست میں۔۔ شرم وحیا میں۔۔ شکل وصورت میں۔۔ داڑھی اور چٹیا ہونے میں ۔۔ بچے جننے میں۔۔ بچوں کو دودھ پلانے میں۔۔ زیورات وملبوسات میں۔۔ گھر کے اور باہر کے کام کاج میں۔۔ دلہا دلہن بننے میں۔۔ ماں باپ ہونے میں۔۔ بہن بھائی ہونے میں۔ یعنی جس کی جیسی تخلیق ہے ویسے اس کے لوازمات ہیں۔

درج ذیل امور ایسے ہیں جن کی کامل صلاحیت مرد میں پائی جاتی ہے نہ کہ عورت میں، کیونکہ یہ عورت کی طبیعت اور فطرت کے خلاف ہیں۔ مثلاً: جسمانی قوت و ہمت۔۔ معاش کی محنت ومشقت۔۔ تپتی دھوپ کے دوران زمین میں ہل چلانا۔۔ دور دراز کے

سفر۔۔سامان تجارت لانا لے جانا۔۔بھاری اوروزنی کام کرنا۔۔جنگیں لڑنا۔۔خوف کے وقت اہل خانہ کوتحفظ دینا۔۔شیر، چیتے ، بھیڑیے ، ریچھ حتیٰ کہ چوہے چھپکلی تک سے بچانا۔۔حملے کے وقت دشمن سے لڑنا۔۔گھریلو جملہ اخراجات کا لازم ہونا۔

ایسے ہی امور کی وجہ سے مرد کوعورت پرفوقیت حاصل ہے، جوکہ فطری اورقدرتی ہے۔

(5) مرد کا حسن مرد ہونے میں ہےاور عورت کا حسن عورت ہونے میں۔مردوں کے لیے مردانگی اور عورتوں کے لیےنسوانیت ان کی انفرادی شناختیں ہیں، جنہیں قدرت اپنی اپنی جگہ قائم ودائم رکھنا چاہتی ہے۔مردوں کا نقالی کرتے ہوئے زنانہ امور کواختیار کرنا اور عورتوں کا مردانہ امور کواختیار کرنا فطرت سے بغاوت اور دوسری صنف کے دائرہ کار میں مداخلت ہے، جس سے سختی کے ساتھ منع کیا گیا ہے۔

حکم یہ ہے کہ اپنے اپنے حصے کی نعمتوں پرراضی رہا جائے اور جونعمتیں قدرتی طور پرکسی کے حصے کی نہیں ہیں ان کے حصول کی تمنا نہ کی جائے۔مرد بننا عورت کا حق نہیں ہے اور نہ ہی عورت بننا مرد کا حق ہے۔جس کواللہ نے جیسا بنایا ہے ویسا ہی رہنا اس کا حق ہے۔ آج کل دیکھنے میں آرہا ہے کہ مغربی تہذیب کے زیراثر کئی مرد زنانہ طورطریقے اختیار کیے پھرتے ہیں جبکہ کئی عورتیں مردانہ طورطریقے اختیار کیے پھرتی ہیں جس کی وجہ سے وہ انتہائی معیوب ، غیر مہذب ، بھدے اور بھونڈے لگتے ہیں، اسی لیے اسلام میں ایسے لوگوں پر لعنت کی گئی ہے۔

(6) اللہ تعالیٰ نے مردوعورت دونوں میں ایک دوسرے کے لیے فطری کشش اور طلب رکھی ہے۔مردعورت سے بے نیاز نہیں ہوسکتا اورعورت مرد سے بے نیاز نہیں ہوسکتی۔ یہی وجہ ہے کہ ان دونوں کی زندگی ایک دوسرے کے بغیر نامکمل ہے اور وہ ایک دوسرے سے تسکین حاصل کرنے پرمجبور ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ ان دونوں کے آپسی تعلقات کے اصول وضوابط کیا ہوں؟ تاکہ دونوں افراط وتفریط سے بچ کر معتدل راہ پر چل سکیں۔اس کے لیے اسلام نے جو

فطری ضابطہ عطا فرمایا ہے اسے ''نکاح'' کہتے ہیں۔اسلام کے نزدیک اس کے علاوہ باقی جتنے بھی طریقے ہیں سب کے سب غیر فطری اور دنیا و آخرت کے لیے ضرر رساں ہیں۔

(7) جس طرح عورت کے مرد کے ساتھ کئی طرح کے رشتے ہیں اسی طرح مرد کے بھی عورت کے ساتھ کئی طرح کے رشتے ہیں اور یہ سب کے سب نکاح سے وجود میں آتے ہیں۔اگر نکاح ختم ہو جائے تو یہ سب رشتے بھی مردہ ہو جائیں۔نیز اس کے ساتھ ساتھ ان میں جو باہمی محبتیں، مروتیں اور حقوق و فرائض ہیں وہ بھی سب کے سب فنا ہو جائیں۔

اسلام مرد و عورت کے درمیان ایک پائیدار نکاح کا نظام مہیا کرتا ہے جس سے رشتوں کی ایک کہکشاں وجود میں آتی ہے۔ان رشتوں میں جہاں مرد کے لیے بے شمار فائدے ہیں وہاں عورت کے لیے بھی بے شمار فائدے ہیں۔۔عورت کا ایک رشتہ ماں کا ہے جس کے قدموں تلے جنت ہے۔دادی، نانی اور خالہ، پھوپھی بھی ماں کے درجے میں ہیں۔۔عورت کا ایک رشتہ بیٹی کا ہے جو کہ رحمت الٰہی ہے۔پوتی، نواسی، بھانجی اور بھتیجی بھی بیٹی کے درجے میں ہیں۔۔عورت کا ایک رشتہ بہن کا ہے جس سے حسن سلوک پر جنت کی ضمانت ہے۔۔عورت کا ایک رشتہ بیوی کا ہے جسے اسلام متاعِ حیات قرار دیتا ہے۔

(8) اسلام میں میاں بیوی کے رشتے کی اصل نوعیت کیا ہے؟۔اس بارے میں بہت سے لوگ صحیح حقیقت سے آگاہ نہ ہونے کی وجہ سے طرح طرح کی غلط فہمیوں کا شکار ہیں۔ آیئے! ہم آپ کو اس کی اصل حقیقت سے آگاہ کرتے ہیں۔

یہ نہ تو خالص افسر ماتحت والا تعلق ہے، نہ مکمل دوستوں والا تعلق ہے اور نہ ہی مالک نوکرانی والا۔۔یہ بنیادی طور پر دو اکٹھے زندگی گزارنے والے جیون ساتھیوں کا تعلق ہے، جس میں ہر ایک کے اپنے اپنے حقوق اور اپنی اپنی ذمے داریاں ہیں، اس میں جہاں ایک حد تک افسری ماتحتی ہے وہاں اچھی خاصی دوستی و ہمدردی بھی ہے۔اس میں قطعاً ضروری نہیں کہ دونوں کا مزاج سو فیصد ایک دوسرے کے عین مطابق ہو، کبھی ایک کو سمجھوتہ کرنا پڑتا ہے اور کبھی دوسرے کو، کبھی ایک کو قدم پیچھے ہٹانا پڑتا ہے اور کبھی دوسرے کو، کبھی

ایک کوقربانی دینی پڑتی ہےاور کبھی دوسرے کو۔اگر تعلق کی یہ نوعیت ذہن میں رہےتو بہت سی الجھنوں کابآسانی خاتمہ ہوسکتا ہے۔

فکر مغرب :

مذکورہ اسلامی فطری نظریات کے برعکس یورپ نے عورت کی کشش اور خوبصورتی کا ناجائز فائدہ اٹھایا، اپنی نفسانی اور تجارتی اغراض کے تحت مرد وعورت کے فطری دائرہ کار کے نظام کوتلپٹ کردیا، انہیں ایک دوسرے کی تکمیل کرنے والی صنفیں قرار دینے کی بجائے کمائی والا علیحدہ علیحدہ مستقل وجود بنادیا۔۔ان کی باطل سوچ کے مطابق حسن مرد کے مرد ہونے میں اور عورت کے عورت ہونے میں نہیں ، بلکہ اپنی من مانی کرنے میں ہے خواہ عورت مرد کی نقالی کرے یا مرد عورت کی۔۔انہوں نے مال کمانے کے لیے مرد وعورت کی باہمی فطری کشش کو غلط استعمال کرتے ہوئے فحاشی اور بدکاری کے بڑے بڑے شیطانی جہان کھول دیے، انہیں دولت میں تو لطف محسوس ہوا مگر خاندانی رشتوں میں کوئی لطف محسوس نہ ہوا، حتیٰ کہ میاں بیوی کا مقدس رشتہ بھی ان کی نظر میں اپنی قدر کھو بیٹھا۔

(3) عورت: اسلامی نظریات

(1) اسلام کے اس دنیا میں آنے سے پہلے عورت طرح طرح کے مظالم کا شکار تھی۔ اسے کم تر مخلوق سمجھا جاتا تھا، اسے نوع انسانی سمجھنے تک سے بھی انکار کیا جاتا تھا، اسے باعث شرم، مجسم گناہ، سراپا نحوست، بدبختی کی علامت، زہریلا سانپ، کڑوا گھونٹ، ہاتھوں کی میل کچیل اور پاؤں کی جوتی تصور کیا جاتا تھا، اس کی پیدائش کو باعث ننگ و عار سمجھا جاتا تھا، اس کے وجود کو نجاست کا مجسمہ اور اس کی ذات کو مصیبتوں کا سبب قرار دیا جاتا تھا، اسے شیطان کی بیٹی خیال کیا جاتا تھا، اسے فتنہ قرار دیا جاتا تھا، اسے فقط نفسانی خواہشات کی تکمیل اور جنسی عیاشی کا سامان سمجھا جاتا تھا۔

مرد بلاتفریق ساری دنیا میں اس کے لیے جنگل کا درندہ بنا ہوا تھا، وہ اس پہ ظلم کرتا تو اس کا کوئی بدلہ نہیں تھا، اسے سارے مردوں کی مشترکہ پراپرٹی سمجھا جاتا تھا، اسے شوہر کے مرنے پر اس کے ساتھ ہی ستی (شوہر کی چتا پر زندہ نذرِ آتش) کر دیا جاتا تھا، بیٹوں کو اس کا مالک قرار دے کر اس پر ان کی فرماں برداری لازم قرار دی جاتی تھی، اسے زمین میں زندہ دفن کر دیا جاتا تھا، اسے قرضوں میں گروی رکھا جاتا تھا، اسے جوئے میں داؤ پر لگا دیا جاتا تھا، اس کے ساتھ ظالمانہ اصولوں پر مبنی نکاح کیے جاتے تھے، اسے اجرت پر یا بلا اجرت ایک دوسرے کو دے دینے کا رواج تھا، اسے وراثت میں بانٹ دیا جاتا تھا، اسے حق وراثت سے محروم رکھا جاتا تھا، اس پہ ہر طرح کا جبر و تشدد روا رکھا جاتا تھا، اسے گھر کے ساز و سامان کی طرح بیچا اور خریدا جاتا تھا، اسے بدکاری کا پیشہ تک اختیار کرنے پہ مجبور کیا جاتا تھا۔

(2) جب اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب محمد عربی ﷺ کے ذریعے کائنات کو نورِ اسلام سے منور کیا تو عورت کی قسمت کا ستارہ چمک اٹھا۔ اسلام نے اسے اس کے شایانِ شان بلند مرتبہ عطا فرمایا۔ اسے تحت الثریٰ سے فوق الثریا تک پہنچا دیا، گردِ راہ سے اٹھا کر سرمۂ نگاہ بنا دیا، کانٹوں کے بستر سے پھولوں کی سیج پر لا بٹھایا، ذلت و بے بسی کی موت سے عزت

ووقار کی زندگی سے سرفراز کیا۔ اسے اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت اور محبت کی علامت ارشاد فرمایا، اس کی پیدائش کو رحمت قرار دیا، اسے بچپن میں شفقت سے نوازا، جوانی میں محبت کا حق دار ٹھہرایا، بڑھاپے میں عظمت کا مقام عطا کیا اور بعد از وفات دعائے مغفرت کا تحفہ عنایت کیا۔

اسلام نے اس کے ساتھ حسن سلوک کو واجب فرمایا، اسے ہر طرح کے ظلم سے نجات عطا کی، اس کے قتل کو قابل قصاص و دیت جرم بنا دیا، اس کے حقوق پامال کرنے کو قبر و حشر کی تباہی بتایا۔ بحیثیت ماں اس کو اولاد کی مخدومہ بنا دیا، بحیثیت بہن اس کو بھائیوں کی آنکھوں کا تارا بنا دیا، بحیثیت بیٹی اس کو والدین کی شہزادی بنا دیا، بحیثیت بیوی اسے گھر کی ملکہ ہونے کا اعزاز بخشا۔ اسے سڑکوں اور بازاروں کی کڑکتی دھوپ سے نکال کر چادر و چار دیواری کا شجرِ سایہ دار عطا کیا، اس کی پاک دامنی کو تحفظ فراہم کیا، اس کو وراثت میں حصہ عطا کیا۔ اس کو مردوں کی طرح باقاعدہ مذہبی، معاشی، معاشرتی، تعلیمی، قانونی، عدالتی اور سیاسی حقوق عطا فرمائے۔

قرآن حکیم میں عورتوں کے نام پر پوری ''سورۃ النساء'' نازل ہوئی۔۔ ایک پوری سورت ''سورۃ مریم'' ام عیسیٰ حضرت مریم کے نام سے موسوم کی گئی۔۔ سورۃ البقرۃ، سورۃ التحریم اور سورۃ النور میں ان کے متعلق مفصل احکام ارشاد ہوئے۔۔ اسی طرح سارے قرآن حکیم میں جگہ جگہ مردوں کے ساتھ ان کے بھی تذکرے چھیڑے گئے۔

(3) شرم وحیا کی عظیم قدر جو اگرچہ مرد و عورت دونوں کے لیے ضروری ہے، لیکن طبعاً و فطرتاً عورتوں میں مردوں سے بڑھ کر پائی جاتی ہے، اسلام نے اسے ان کے لیے حقیقت ثابتہ بنا دیا۔

حیا کا مفہوم بہت وسیع اور گہرا ہے۔ کسی بھی غلط کام کے وقت انسان کے دل میں جو جھجک پیدا ہوتی ہے اسے حیا کہتے ہیں۔ یہ وہ قوت ہے جو انسان کو ہر طرح کے ناپسندیدہ کاموں سے روکتی ہے، یہ ہر لغزش کے موقع پر اس کو سہارا دیتی ہے، یہ اسے نافرمانی سے

بچاتی ہے۔پس حیا برائیوں کے راستے میں ایک بہت بڑی رکاوٹ ہے۔جس شخص میں جتنا زیادہ حیا ہوگا وہ اتنا ہی برائیوں سے محفوظ رہے گا۔

اس کے برعکس بے حیائی انسانیت اور دنیا کی تباہی ہے، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے اس سے سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے۔قرآن حکیم کے مطابق شیطان کو بے حیائی کا فروغ بہت زیادہ عزیز ہے۔آج مغرب کی بے حیا تہذیب نے ساری دنیا کو فحاشی کے عذاب میں مبتلا کر دیا ہے، اس سلسلے میں اس نے عورت کو زبردست ہتھیار کے طور پر استعمال کیا ہے۔وہ جو طبعاً حیا کا پیکر تھی اس کی فطرت کو مسخ کر کے اسے بے حیائی کی علامت بنا دیا ہے۔یہی وجہ ہے کہ آج ہمارے چاروں طرف بے حیائی کے مناظر موسلا دھار بارش کی طرح برس رہے ہیں۔ایمان، انسانیت اور معاشرے کو بچانے کے لیے ہر سطح پر اس کی فوری روک تھام بے حد ضروری ہے۔اگر ان بے حیائیوں کا فوری سد باب نہ کیا گیا تو سب کچھ تباہ ہو کے رہ جائے گا۔

(4) اسلام میں عورت کی عفت وعصمت یعنی پاک دامنی کی بہت زیادہ اہمیت ہے۔ یہ اسلامی اقدار میں سے ایک عظیم قدر ہے۔اس سے مراد یہ ہے کہ اپنے جملہ جنسی معاملات کو شریعت کے تابع کر دیا جائے۔جس چیز کو شریعت نے حلال قرار دیا ہے اسے اختیار کیا جائے اور جس چیز کو حرام قرار دیا ہے اس سے اجتناب کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں پاک دامن رہنے کا با قاعدہ حکم ارشاد فرمایا ہے، حضور ﷺ اپنی ذات اقدس کے لیے پاک دامنی کی دعا فرمایا کرتے تھے۔آپ ﷺ نے پاک دامن رہنے والوں کو دنیا میں اللہ تعالیٰ کی نصرت وعزت اور آخرت میں سایۂ عرش وجنت کی ضمانت عطا فرمائی۔پاک دامن رہنے والے خوشبودار شخص کو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے، ایمان کی مٹھاس نصیب ہوتی ہے، طرح طرح کی بیماریوں سے نجات ملتی ہے اور فرشتے اس کے تقدس پر رشک کرتے ہیں۔انسانی معاشرے کا تحفظ، بقاء، سلامتی اور سر بلندی کردار کی پاکیزگی میں ہے۔حضرت یوسف علیہ السلام کی پاک دامنی کا قصہ

قرآن حکیم میں پوری شان وشوکت کے ساتھ جگمگا رہا ہے۔آپ نے ہر طرح کے اسباب و دواعی موجود ہونے کے باوجود اپنے آپ کو پاک دامن رکھا۔

جولوگ اپنی پاک دامنی کی حفاظت نہیں کرتے ان کی مثال ان ناپاک کتوں جیسی ہے جو جگہ جگہ ہانپتے پھرتے ہیں،قرآن حکیم میں ایسے لوگوں کو مدہوش،اندھے،جاہل،کم عقل،فاسق،خبیث،بے حیا،فسادی،جرائم پیشہ اور حد سے تجاوز کرنے والے جیسے برے القاب سے یاد کیا گیا ہے۔احادیث میں ایسوں کو رب کی نگاہ رحمت سے محروم اور ہلاک ہونے والا قرار دیا گیا ہے۔اس سے معاشرے تباہی کا شکار ہوجاتے ہیں۔ایسے لوگوں کے لیے دنیا و آخرت میں سخت ترین سزاؤں اور خدا کی لعنت کی وعید ہے۔انہیں اگر مہلت مل بھی جائے تو وہ اس پر خوش ہرگز نہ ہوں کیونکہ یہ بالکل وقتی اور عارضی ہے،اللہ تعالیٰ انہیں سزا دیے بغیر نہ چھوڑے گا۔

(5) معاشروں کے لیے عورت کے دائرہ کار کا معاملہ انتہائی حساس ہے کیونکہ اس کے ان پر بہت گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں،اسی لیے اسلام نے اس مسئلے کی طرف خصوصی توجہ دی ہے اور اس کی معاشرتی زندگی کا دائرۂ کار انتہائی باریک بینی کے ساتھ سو فیصد درست بنیادوں پر متعین کیا ہے۔

کسی بھی چیز کا دائرہ کار متعین کرنے کے لیے اس کے مقصد تخلیق کو سمجھنا بے حد ضروری ہوتا ہے،ورنہ اس کے متعلق انسان جگہ جگہ ٹھوکر کھاتا ہے۔جیسے پانی پیاس بجھانے کے لیے ہے اور خوراک بھوک مٹانے کے لیے،لہذا ان کا دائرہ کار بھی انھیں مقاصد کو سامنے رکھ کر متعین کیا جائے گا۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ عورت کی تخلیق سے خالق کائنات کا مقصد کیا ہے؟۔اس سلسلے میں جب ہم اسلام کی طرف رجوع کرتے ہیں تو وہ ہمیں درج ذیل مقاصد کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔(ا) نسل انسانی کو جنم دینا: تاکہ روئے زمین مردوں اور عورتوں سے ہمیشہ آباد رہے،یقیناً یہ ایک اہم ترین ذمے داری ہے۔اسی لیے قرآن حکیم میں عورت کو کھیتی سے تعبیر

کیا گیا ہے۔اس کے بغیر انسانیت کا کوئی وجود نہیں۔(۲)اولاد کی پرورش: تاکہ بچے عمدہ اور محفوظ طریقے سے تربیت پا کر جوانی کی حدود میں قدم رکھیں اور معاشرے کو جنت نظیر بنائیں، یقیناً یہ بھی ایک بھاری بھرکم ذمے داری ہے۔اسی لیے کہا جاتا ہے کہ ماں کی گود بچے کی پہلی درس گاہ ہے۔(۳) سکون کا حصول: تاکہ جب مرد گھر کی ذمے داریاں نبھانے کے لیے کمائی کے دھندوں سے تھک ہار کر واپس آئے تو اسے اس سے سکون میسر ہو۔ یقیناً اس کے بغیر بھی کوئی چارہ کار نہیں،اور ایک اچھی عورت ہی صحیح معنوں میں بندے کے دکھ سکھ کی شریک ثابت ہوسکتی ہے۔اسی لیے بیوی کو جیون ساتھی اور شریکِ حیات کہا جاتا ہے۔

(6) اسلام نے عورتوں پر ایک عظیم احسان یہ کیا کہ مغربی تہذیب کے برعکس ان پہ اپنی یا کسی دوسرے کی کفالت کے لیے کمانا فرض نہیں کیا۔کمانے کی ذمے داری اس پہ عائد ہوتی ہے جس کے ذمے اپنی یا کسی دوسرے کی کفالت ہو۔عورتوں پر کسی دوسرے کی تو کیا خود اپنی کفالت بھی لازم نہیں ہے۔۔ان کی مکمل کفالت مردوں کے ذمے ہے۔جب تک ان کی شادی نہیں ہو جاتی تب تک والد یا سرپرست ان کے کفیل ہیں اور شادی کے بعد ان کی یہ ذمے داری شوہر کی طرف منتقل ہو جاتی ہے۔۔اگر خدانخواستہ شوہر نہ رہے تو پھر اصولی طور پر یہ ذمے داری درجہ بدرجہ اولاد، قریبی وارثوں، رشتے داروں اور بالآخر حکومت پر آ جاتی ہے۔۔عورت پر صرف اس وقت چھوٹی اولاد اور حاجت مند والدین کی ذمے داری آتی ہے جب وہ مال دار ہو۔اگر وہ مال دار نہ ہو تو کما کے کھلانا اس کے ذمے نہیں ہے۔ ہاں! کمانے کی گنجائش ضرور رکھی گئی ہے جو کہ پردے وغیرہ شرائط کے ساتھ مشروط ہے۔

(7) اسلام دینِ خدمت ہے۔اسی لیے ہمارے معاشروں میں عورتوں کے لیے مردوں کی خدمات کی ایک طویل فہرست ہے اور مردوں کے لیے عورتوں کی خدمات کی ایک طویل فہرست ہے۔اگر مردوں کی خدمات نہ ہوں تو عورتیں تباہ حال ہو جائیں اور اگر عورتوں کی خدمات نہ ہوں تو مرد تباہ حال ہو جائیں۔ یہ جو کہا جاتا ہے کہ مسلمان عورتیں مظلوم ہیں اور اسلام میں مردوں کے ذریعے ان کے حقوق پامال کیے گئے ہیں تو آیئے

دیکھتے ہیں کہ اسلام میں مرد عورتوں کے لیے کیسی کیسی خدمات سرانجام دیتے ہیں۔

عورت کی پیدائش مرد کے تخم سے ہوتی ہے۔۔جب وہ پیدا ہوتی ہے تو مرد اس کے کان میں اذان دیتا ہے۔۔باپ کی صورت میں اسے سینے سے لگاتا ہے، زندگی بھر اس کے لیے جان نچھاور کرتا ہے اور شادی تک اس کے ایک ایک خرچ کا مکمل ذمہ اٹھاتا ہے، وہ خواہ کسی بھی کس مپرسی کی حالت میں اس کے پاس آئے اس کا سہارا بنتا ہے۔۔بھائی کے روپ میں اسے تحفظ فراہم کرتا ہے اور گاہے گاہے دامے درمے قدمے سخنے اس کا خیال رکھتا ہے، تعلیمی اداروں سے لانے لے جانے کے لیے اس کا مستقل ڈرائیور بنا رہتا ہے۔۔بیٹے کی شکل میں اس کا کامل فرماں بردار ہوتا ہے، اس کی خدمت کو اپنا اعزاز سمجھتا ہے اور اس کے قدموں میں اپنی جنت تلاش کرتا ہے۔

شوہر کی حیثیت سے اس کے تمام تر حقوق اپنے ذمے لیتا ہے۔۔رات دن کمانے کے باوجود خود تو کم قیمت چیزیں استعمال میں لاتا ہے مگر اسے دگنی سے بھی زیادہ قیمتی چیزیں مہیا کرتا ہے۔مثلاً اگر خود ہزار کا سوٹ پہنتا ہے تو اسے دو ہزار یا اس سے زائد کا پہناتا ہے، اس کا اپنا سامان زینت چند سو کا ہوتا ہے لیکن عورت کو بہت مہنگا سامان زینت فراہم کرتا ہے، بیماری کی حالت تک میں بھی اپنے اوپر خرچ کرنے کی بجائے رقم بچا بچا کے رکھتا ہے کہ بیوی بچوں کے کام آئے گی، بیٹیوں کی شادی پہ خرچ ہوگی۔کہیں جانا ہو تو خود تو پندرہ بیس منٹ میں تیار ہو جاتا ہے لیکن بیوی بچوں کی تیاری کا گھنٹہ گھنٹہ انتظار کرتا ہے۔ خریداری کے لیے جاتا ہے تو اپنی کمائی سے بیوی بچوں کو تو سب کچھ خرید کے دیتا ہے مگر خود بسا اوقات پرانی چیزوں پہ گزارا کرتا ہے۔وہ جب سڑک کراس کرتا ہے یا کسی بھی خطرناک جگہ سے گزرتا ہے تو خود کو سامنے رکھ کر ان کے لیے ڈھال بن جاتا ہے۔ بیوی بچوں کے ساتھ ساتھ وہ اپنے ماں باپ اور بہن بھائیوں کی خدمت بھی قطعاً نہیں بھولتا۔

اگر اس کی کوئی عزیزہ وفات پا جائے تو اس کی جملہ آخری رسومات کا اہتمام کرتا ہے، اس کے غسل و کفن کے انتظامات کرتا ہے، اس کی چارپائی کندھے پہ اٹھاتا ہے، اس کا

جنازہ پڑھتا ہے اور اپنے غمزدہ ہاتھوں سے اس کی تدفین کرتا ہے۔

فکر مغرب:

اسلام کے برعکس مغربی تہذیب میں جب نکاح ہی ایک غیر ضروری چیز ہے تو اس کے جملہ مقاصد بھی لا حاصل چیزیں ہیں۔ اس کے مطابق یہ بندوں کی ذاتی مرضی پہ ہے کہ وہ نکاح کریں یا نہ کریں، بچے جنم دیں یا نہ دیں، پرورش کریں یا نہ کریں، گھریلو سکون میسر ہو یا نہ ہو، یہ سب اضافی چیزیں ہیں۔ مغربی تہذیب میں مرد کی طرح عورت کے لیے بھی کمانا ضروری ہے، اور اگر وہ بچے پیدا کرے تو ان کی کفالت بھی اس کے اپنے ذمے ہے۔

یہی وجہ ہے کہ وہاں کی عورت ہمیشہ کی طرح آج بھی ظلم کی چکی میں پس رہی ہے۔ پہلے ادوار میں اس پر ظلم اور طرح کے ہوتے تھے اور اب اور طرح کے ہو رہے ہیں، البتہ جدید مظالم کو خوبصورت پردوں میں لپیٹ دیا گیا ہے۔ مغرب میں مردوں کی باپ، بھائی، شوہر، بیٹے وغیرہ کی حیثیت سے عورتوں کے لیے خدمات نہ ہونے کے برابر ہیں۔ یہ بھی مغربی تہذیب کی انتہائی شرمناک بات ہے کہ وہ شرم و حیا اور عفت و عصمت جیسے انمول خزانوں کو کوڑیوں جتنی اہمیت دینے کی بھی روادار نہیں ہے۔

(4) نکاح: اسلامی تناظر

(1) اللہ تعالیٰ نے جس طرح ہر ہر مخلوق کو جوڑا جوڑا بنایا ہے، اسی طرح نوعِ انسانی کو بھی جوڑا جوڑا بنایا ہے۔ اسی لیے عربی میں شوہر کو "زوج"، بیوی کو "زوجہ"، دونوں کو ملا کر "زوجَیـــن" اور شادی کو "زِواج" کہا جاتا ہے۔۔ چونکہ مرد و عورت نوعِ انسانی کی دو صنفیں ہیں لہذا باقی مخلوق کی طرح ان میں بھی ایک دوسرے کے لیے زبردست قسم کی کشش پائی جاتی ہے۔

پھر عام مخلوق کو تو اللہ تعالیٰ نے صرف تکوینی امور کا پابند بنایا ہے لیکن انسان چونکہ اس کی خاص عقل والی مخلوق ہے اس لیے اس کو تکوینی امور کے ساتھ ساتھ تشریعی امور کا بھی پابند بنایا ہے۔ عام مخلوق کے جنسی تعلقات کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی خاص قوانین مقرر نہیں ہیں لیکن انسان کے لیے اس کے قانون فطرت "اسلام" میں جنسی تعلقات کے لیے خصوصی قوانین مقرر کیے گئے ہیں اور اسے بہت سی حدود و قیود کا پابند بنایا گیا ہے۔

اسلام میں جنسی تعلق کا مطلب فقط نفس کی بھوک مٹانا نہیں، بلکہ بہت سے عظیم فطری مقاصد کی تکمیل ہے۔ لہذا مرد و عورت کے لیے ضروری ہے کہ ان کا نکاح یعنی اکٹھے رہنے کا قانونی معاہدہ علانیہ طور پر گواہوں کے سامنے ہو تا کہ با قاعدہ خاندانی ادارہ وجود میں آئے اور اس کے تمام اراکین کے حقوق و فرائض کو دوام و استحکام حاصل ہو۔

(2) اسلام نے ہر طرح کے غیر قانونی جنسی روابط سے بھی سختی کے ساتھ منع کر دیا ہے، کیونکہ اگر انسان کو اس سلسلے میں کھلی آزادی دے دی جائے۔۔ مثلاً مرد و عورت کا غیر قانونی جنسی تعلق۔۔ یا مرد کا مرد سے۔۔ یا عورت کا عورت سے۔۔ یا دونوں کا دیگر حیوانات سے۔۔ حتیٰ کہ مرد یا عورت کی خود لذتی بھی۔۔ تو اس سے سارے کا سارا انسانی معاشرہ بے لگام حیوانی معاشرہ بن کر طرح طرح کی ہلاکت خیزیوں کا شکار ہو جائے گا۔ انسانی رشتوں کے آپسی حقوق و فرائض کا عظیم ترین اور مفید ترین نظام تہ و بالا ہو کے رہ جائے گا۔ مردوں کو

گھر کا سکون میسر نہیں ہوگا، عورتوں کو معاشی تحفظ نہیں مل پائے گا، بچے فطری تربیت سے محروم رہ جائیں گے، بزرگوں کے سہارے چھن جائیں گے، برادریوں کے سائبان سروں سے ہٹ جائیں گے اور انسان فقط ریاست کے رحم وکرم پر یکہ وتنہا رہ جائے گا۔ نیز دیگر بھی کثیر کثیر نقصانات کا سامنا ہوگا۔

(3) نکاح ایک خدائی حسین بندھن ہے جو مرد وعورت کے درمیان قائم ہوتا ہے۔ اس کے وجود میں آنے کے بعد میاں بیوی پر کچھ ذمے داریاں عائد ہو جاتی ہیں جن کی ادائیگی ہر دو کے لیے ضروری قرار پاتی ہے۔ اسلام میں نکاح کوئی دنیاوی کام نہیں بلکہ ایک بہترین عبادت ہے جو آخرت سنوارنے کا ذریعہ ہے، نکاح کے بعد مرد وعورت کی جو ذمے داریاں ہیں ان کی ادائیگی پر آخرت میں اجر کی خوش خبری ہے۔

نیز اسلام کسی بھی بالغ، سمجھ دار مرد وعورت کا بغیر نکاح کے رہنا پسند نہیں کرتا، بلکہ اس کی زبردست ترغیب دیتا ہے کیونکہ یہ دونوں کی عین فطرت کا تقاضا ہے۔ انہیں نکاح سے روکنا فطرت سے بغاوت اور معاشرے کی تباہی ہے۔

(4) نکاح کرنے والے مرد وعورت کے لیے جائز ہے کہ وہ ایک دوسرے کو ایک نظر دیکھ لیں۔۔ مرد وعورت دونوں کے رشتے کے لیے دولت، عہدہ اور حُسن کی بجائے اخلاق، کردار اور تقویٰ کو ترجیح دی جائے ۔۔ نکاح کم از کم دو گواہوں (دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں) کی موجودگی میں حق مہر کی شرط کے ساتھ ایجاب وقبول سے منعقد ہو جاتا ہے۔۔ اسلام وقتی اور عارضی نکاحوں کی حوصلہ شکنی کر کے ایک دائمی اور پائیدار نکاح کو ہی درست قرار دیتا ہے۔۔ حق مہر کی مالک بیوی ہے، وہ اسے معروف طریقے سے جیسے چاہے استعمال کر سکتی ہے۔ اسی طرح روٹی، کپڑا، مکان، علاج اور حُسن سلوک بھی بیوی کے حقوق میں سے ہیں۔

(5) شادی سے پہلے ضروری ہے کہ مرد وعورت دونوں کی خوبیوں کو اچھی طرح جانچ پرکھ لیا جائے، کیونکہ شادی کا ایک اہم مقصد سلجھی ہوئی اولاد کا حصول بھی ہے۔ مرد اولاد کے

لیے بیج کی مانند ہے اور عورت کھیتی کی مانند۔

عمدہ سے عمدہ زمین بھی اس وقت تک اچھی فصل نہیں دیتی جب تک کہ اس کے لیے اچھے بیج کا انتظام نہ کیا جائے، خراب بیج سے تو ہمیشہ خراب فصل ہی اگتی ہے۔۔ عورت خواہ کتنی ہی اچھی کیوں نہ ہو، اگر مرد بگڑا ہوا ہوگا تو اس کی خرابیاں کافی حد تک اولاد میں بھی ضرور منتقل ہوں گی، جس کے نتیجے میں سارے گھرانے کو طرح طرح کے نقصانات سے دوچار ہونا پڑے گا۔ لہذا کسی بدعقل، بدبخت، بدذات اور بداخلاق مرد سے عورت کو نہیں بیاہنا چاہیے۔

اسی طرح عمدہ سے عمدہ بیج بھی اپنا جوہر اس وقت تک نہیں دکھا سکتا جب تک کہ اس کے لیے عمدہ زمین کا انتخاب نہ کیا جائے۔ خراب زمین سے بھی ہمیشہ خراب فصل ہی پیدا ہوتی ہے۔۔ مرد خواہ کتنا ہی اچھا کیوں نہ ہو، اگر عورت بگڑی ہوئی ہوگی تو اس کی خرابیاں بھی کافی حد تک اولاد میں ضرور منتقل ہوں گی، اس طرح بھی سارے کا سارا گھر خسارے کا شکار ہو جائے گا۔ لہذا کسی بدتہذیب، بدفطرت، بدسلیقہ اور بدذات عورت سے بھی نکاح ہرگز نہیں کرنا چاہیے۔

(6) ایک اہم مسئلہ پسند کی شادی کا بھی ہے۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ اس سلسلے میں اسلام کیا کہتا ہے:

اسلام رشتے کے انتخاب میں اہل خانہ کو عاقل و بالغ لڑکے لڑکی کی پسند کا خیال رکھنے کا حکم دیتا ہے، کیونکہ یہ ان کا فطری حق ہے۔ اہل خانہ کے لیے ان کی خواہش اور رضا کا خیال کیے بغیر انہیں کسی رشتے پر مجبور کرنا قطعاً جائز نہیں ہے۔۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ لڑکا لڑکی کو بھی یہ حکم دیتا ہے کہ وہ من مانی کرنے کی بجائے گھر کی عزت کا خیال رکھیں اور اپنے بڑوں کی سرپرستی میں نکاح کریں تاکہ ان کے تجربات ان کے لیے فائدہ مند ثابت ہوں، کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ کوئی غلط فیصلہ کر بیٹھیں اور ساری عمر پچھتانا پڑے۔۔ اسی طرح لڑکے یا لڑکی کا بچپن میں نکاح کر دینا بھی کوئی پسندیدہ امر نہیں ہے، کیونکہ عین ممکن ہے کہ وہ بڑے ہونے کے بعد اس نکاح پہ راضی نہ ہوں اور معاملات پیچیدگی اختیار کر جائیں۔

(7) سخت مجبوری کی صورت میں شوہر اپنی بیوی کو ’’طلاق‘‘ دینے کا حق بھی رکھتا ہے، مگر اس میں جلد بازی سے کام لینا یا بلا وجہ معاملے کو لٹکائے رکھنا سخت ناپسندیدہ عمل ہے۔ اگر شوہر کو بیوی سے کوئی شکوہ ہے تو وہ پہلے بیوی کو وعظ ونصیحت کے ذریعے راہ راست پر لانے کی کوشش کرے، اگر وعظ ونصیحت کارگر ثابت نہ ہو تو کچھ عرصے کے لیے اس سے علیحدگی اختیار کرلے، اگر اس سے بھی کام نہ چلے تو ہلکی مار کی بھی اجازت ہے، اگر مسئلہ پھر بھی حل نہ ہو تو میاں بیوی دونوں کی طرف سے ثالث مقرر کیے جائیں جو ان کے درمیان صلح جوئی کی کوشش کریں۔ پھر اگر اس سے بھی کام نہ چلے تو آخری حل یہی ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو طلاق دے دے۔۔ اگر بیوی کو شوہر کے ساتھ رہنے میں کوئی مسئلہ ہو تو اسے بھی شریعت نے تفویض طلاق، خلع، یا عدالتی تفریق کے ذریعے علیحدگی کا حق دیا ہے۔

(8) مرد کو زیادہ سے زیادہ تین طلاقوں کا حق حاصل ہے۔ لیکن بہ یک وقت اکٹھی تین طلاقیں دے دینا شریعت کی نظر میں بہت بڑا جرم ہے۔ لہذا اس کے لیے بہتر یہی ہے کہ وہ ایک وقت میں ایک رجعی طلاق دے جس میں واپسی کا راستہ کھلا رہتا ہے۔ نیز وہ بھی ان دنوں میں دی جائے جن میں وہ نسوانی عوارض سے پاک ہو۔ (تفصیلی احکام کے لیے ’’اسلام کا نظام نکاح وطلاق‘‘ لکھنے کا ارادہ ہے۔)

فکر مغرب:

مغربی تہذیب مذہب سے اپنا دامن چھڑا چکی ہے، وہاں ہر طرح کے جنسی رابطوں (مرد + عورت۔۔ عورت + عورت۔۔ مرد + مرد۔۔ مرد + جانور۔۔ عورت + جانور۔۔ خود لذتی) کی مکمل قانونی آزادی حاصل ہے کیونکہ ان کی نظر میں مقصد فقط جنسی بھوک مٹانا ہے نہ کہ گھر چلانا۔ مرد وعورت دوستی کریں، ایک ساتھ رہیں، جب اکتا جائیں تو دوست بدل لیں۔۔ چاہیں تو شادی کریں چاہیں تو نہ کریں، جو جب جہاں جیسے چاہے جنسی بھوک مٹائے، ماں باپ، بہن بھائی کسی کو بھی شادی دوستی کے معاملے دخل دینے کا کوئی حق نہیں۔۔ اسلام کے برعکس مغربی تہذیب میں طلاق کا حق بھی مرد وعورت دونوں کو حاصل ہے

اسلام اور مغرب کی اس فکری وتہذیبی جنگ میں ''نکاح'' سد سکندری کے طور پر حائل ہے، کیونکہ اس سے عورت ایک محفوظ حصار میں آجاتی ہے اور اس تک رسائی ناممکن ہو جاتی ہے۔ اہل مغرب اپنی عورت کو تو کاروبار پہ لگا کر رسوا کر چکے مگر مسلم ممالک میں ان کا یہ مذموم کاروبار چند فیصد سے آگے نہیں بڑھ سکا جس کے لیے نکاح کی دیوار کو گرائے بغیر کوئی چارۂ کار نہیں۔ اسی لیے وہ طرح طرح کی سازشوں سے اس دیوار کو گرا کر عورت کو اس سے باہر نکالنے کی فکر میں رہتے ہیں۔ عورت مارچ، کوایجوکیشن، حقوق اور مساوات کے پُرکشش نعرے، طرح طرح کے شیطانی اعتراضات، جمہوری نظام میں تیس فیصد کوٹہ، ہر نوکری میں پچاس فیصد کوٹہ وغیرہ انھیں سازشوں کا اہم حصہ ہیں۔ اب تو مسلمان ملکوں میں لنڈے کے انگریزوں اور موم بتی آنٹیوں کے ذریعے نکاح کو ختم کرنے کے باقاعدہ مطالبے کروا کے طبل جنگ بجا ہی دیا گیا ہے۔

انہیں معلوم ہے کہ جیسے ہی عورت نکاح کے حفاظتی حصار سے آزاد ہوگی تو وہ پکے ہوئے پھل کی طرح ان کی جھولی میں آگرے گی، اب وہ ان کے رحم وکرم پر ہوگی، وہ اسے جیسے چاہیں گے استعمال کرسکیں گے۔ اس کو دھندے پہ لگانے کے لیے ان کے پاس درج ذیل خبیث قسم کے بہت سے تجارتی پروگرامز موجود ہیں:

مخلوط ملازمت۔۔ شعبۂ تشہیر۔۔ اسپورٹس۔۔ انٹرنیٹ۔۔ کیبل۔۔ پرنٹ، الیکٹرانک و سوشل میڈیا۔۔ فلم وڈرامہ انڈسٹری۔۔ میوزک و ڈانس انڈسٹری۔۔ کال گرلز۔۔ قحبہ خانے۔۔ بڑے بڑے ہوٹلز۔۔ استقبالیے۔۔ ایئر ہوسٹس۔۔ بس ہوسٹس۔۔ حسن کے مقابلے۔۔ پورنوگرافی۔۔ ملبوسات وزیورات ماڈلنگ۔

اب یہ تو ایک زندہ حقیقت ہے کہ غیرت مند اہل اسلام اپنی پاک دامن ماؤں، بہنوں، بیٹیوں، بیویوں کو ان لعنتی دھندوں میں لگانے کی کسی بھی صورت اجازت نہیں دے سکتے۔

(5) خاندان: اسلامی تناظر

(1) اسلام میں معاشرے کی اکائی (پہلی اینٹ) فرد نہیں ''خاندان'' ہے۔ پھر خاندان کوئی کاروباری ادارہ نہیں' بلکہ معاشرتی ادارہ ہے۔خاندان کے فقدان کا مطلب معاشرے کا بحران ہے۔۔نکاح سے خاندان وجود میں آتا ہے اور خاندان سے برادری۔ پھر برادریوں سے معاشرہ تشکیل پاتا ہے۔ پس جتنا خاندان مضبوط ہوگا اتنا ہی معاشرہ مضبوط ہوگا اور جتنا خاندان کمزور ہوگا اتنا ہی معاشرہ کمزور ہوگا۔۔اسی طرح جتنا خاندان اچھا ہوگا اتنا ہی معاشرہ اچھا ہوگا۔اسی لیے مسلمان معاشروں میں خاندانی ہونے کو قابل فخر سمجھا جاتا ہے۔۔اور اگر خدانخواستہ خاندان برا ہوگا تو بلاشبہ معاشرے پر بھی اس کے اثرات مرتب ہوں گے اور وہ ایک برا معاشرہ بن جائے گا۔

(2) نکاح سے جو ماں باپ، میاں بیوی، بہن بھائی وغیرہ کے رشتے تشکیل پاتے ہیں وہ اس درجہ بلند پایہ ہیں کہ ان کا کوئی مول نہیں ہوسکتا۔اربوں کھربوں لگا کر بھی نہ ماں کی ممتا کہیں سے خریدی جاسکتی ہے نہ باپ کی شفقت، نہ شوہر کی قربانی کہیں سے حاصل کی جاسکتی ہے نہ بیوی کی خدمت، نہ بھائی کی غیرت کہیں سے پائی جاسکتی ہے نہ بہن کا پیار۔ یہ سب انمول رشتے ہیں جو ہمیں صرف اور صرف نکاح جیسی نعمت سے میسر آسکتے ہیں۔

اسی لیے اسلام یورپ کی طرح نہ تو مرد کو فقط مرد کے تناظر میں دیکھتا ہے اور نہ عورت کو فقط عورت کے تناظر میں، وہ تو انہیں بنیادی طور پر بندۂ خدا، امت رسول اور باہمی رشتوں کے تناظر میں دیکھتا ہے۔

(3) اسلام کا خاندانی نظام' جو کہ مرد و عورت کے نکاح سے تشکیل پاتا ہے اور جس میں عورت کو گھر کی ملکہ بنایا گیا ہے' وہ درج ذیل عظیم مقاصد اور کثیر فوائد پر مشتمل ہے:

اس میں سکون واطمینان ہے۔۔باہمی انسانی محبت کا فروغ ہے۔۔معاشرے کی بقاء ہے۔۔نسل انسانی کا تحفظ ہے۔۔بچوں کے محفوظ مستقبل کی ضمانت ہے۔۔روحانی ،

جسمانی اور نفسیاتی صحت ہے۔۔خطرناک قسم کی بیماریوں سے بچاؤ ہے۔۔معاشرے کو مسلسل جوان خون ملتے رہنے کی گارنٹی ہے۔۔پاک دامنی کا حصول ہے۔۔غرض یہ کہ اسلام کا فراہم کردہ خاندانی نظام معاشرے کے لیے ایک عظیم نعمت ہے۔اس کا خاتمہ بالآخر معاشرے کے خاتمے پر ہی منتج ہوتا ہے۔

خاندانی نظام کا ایک بہت بڑا افائدہ یہ بھی ہے کہ جب بچہ اس دنیا میں آتا ہے تو سارا خاندان اس کے لیے چشم براہ ہوتا ہے۔۔اسے گھر کا بے مثال فطری ماحول میسر آتا ہے ۔۔ ماں باپ کا پیار ملتا ہے۔۔ بہن بھائیوں کا پیار ملتا ہے۔۔دادادادی کا پیار ملتا ہے۔۔نانانانی کا پیار ملتا ہے۔۔آپ خود سمجھ سکتے ہیں کہ جب بچہ اس طرح کی محبت بھری فضامیں پرورش پائے گا تو وہ مستقبل میں معاشرے کے لیے کتنا مفید فرد ثابت ہوگا۔جبکہ وہ بچہ جو چلڈرن ہاؤسز میں جملہ خاندانی محبتوں سے محرومی کی حالت میں پروان چڑھے گا وہ مستقبل میں کتنا بکھرا ہوا انسان ہوگا۔

(4) مغربی تہذیب کے برعکس اسلام کے خاندانی نظام میں جیسے جیسے کوئی شخص عمر رسیدہ ہوتا چلا جاتا ہے ویسے ویسے اس کی عزت میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔۔مردوں کی طرح عورتیں بھی عمر رسیدگی کے ساتھ سارے خاندان کے لیے معزز ومحترم قرار پاتی ہیں۔۔عمر رسیدہ لوگ اگرچہ اب زیادہ محنت ومشقت کے کام کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہوتے مگر پھر بھی انہیں بزرگوں کی حیثیت سے بے حد عزت و احترام سے نوازا جاتا ہے۔۔انہیں بوجھ بالکل نہیں سمجھا جاتا بلکہ باعثِ برکت ورحمت سمجھا جاتا ہے۔۔سب لوگ اپنا فرض سمجھ کر ان کا ادب بجالاتے ہیں۔۔انہیں جھک کر سلام کرتے ہیں۔۔ان کی فرماں برداری کرتے ہیں۔۔ان کی خدمت کو اپنے لیے اعزاز سمجھتے ہیں۔۔ان کی دعائیں لیتے ہیں۔۔مختلف امور میں ان سے مشورے لیتے ہیں۔۔ان کی باتوں کو حکم کے درجے میں رکھا جاتا ہے۔۔وہ بیمار ہو جائیں تو ان کا خاص خیال رکھا جاتا ہے۔

اسلامی معاشرے میں بوڑھے بزرگ آخرت کی تیاری کے لیے اپنی بقیہ زندگی

عبادت و ریاضت کے لیے وقف کر دیتے ہیں، جو کہ ان کے لیے ایک سنہری موقع ہوتا ہے۔۔مزید یہ کہ وہ اہل خانہ کی مختلف معاملات میں راہنمائی کرتے ہیں۔۔ان کے پاس ہر وقت ان کے پیاروں کا جمگھٹا رہتا ہے۔۔گاہے گاہے بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، نواسا، نواسی، بھائی بہنیں اور دوست رشتے داران کے پاس آتے جاتے رہتے ہیں، جس کی وجہ سے وہ کسی قسم کی بوریت اور تنہائی محسوس نہیں کرتے اور نہایت پُرسکون اور خوش و خرم رہتے ہیں۔۔وفات کی صورت میں سب ان کی جدائی کے غم میں روتے ہیں اور سینکڑوں ہزاروں افراد مل کر ان کے جنازے کا اہتمام کرتے ہیں۔۔وفات کے بعد بھی ان کے بہت سے حقوق پچھلوں پر قائم و دائم رہتے ہیں۔

(5) اسلام میں خاندان کے عناصر ترکیبی اور ان کے بنیادی اوصاف مندرجہ ذیل ہیں:

خاندان: یہ نکاح (غیر محرم مرد و عورت کے اکٹھے رہنے کے قانونی معاہدے) سے وجود میں آنے والا بہترین معاشرتی ادارہ ہے جسے اسلام ہر لحاظ سے تعلیم یافتہ، خوش حال، معاون، منظّم اور مستحکم دیکھنا چاہتا ہے۔اسی لیے وہ عارضی و وقتی نکاحوں کی حوصلہ شکنی کرتا ہے اور مضبوط ترین و آسان ترین نکاحوں کا حکم دیتا ہے۔ وہ شدید ترین مجبوری کے علاوہ طلاق دے کر یہ ادارہ توڑ دینے کو سخت ناپسند کرتا ہے۔

مرد و عورت: خاندان کے ادارے میں مرد و عورت کو بنیادی اہمیت حاصل ہے، پھر ان دونوں میں مرد کو مرکزی حیثیت حاصل ہے، اسے اس ادارے کے جملہ معاملات کا ذمے دار اور سربراہ بنایا گیا ہے جبکہ عورت کو اس کا شریکِ حیات۔ یہ بھی ذہن میں رہے کہ اسے ''سربراہ'' خاندان کا نظم چلانے کے لیے بنایا گیا ہے نہ کہ ظلم و ستم کرنے کے لیے۔ اگر وہ ظلم و ستم کرے گا تو یہ ادارہ ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جائے گا۔اسی لیے اسلام نے اسے ظلم کرنے سے سختی کے ساتھ منع کیا ہے۔

اولاد: اولاد بھی خاندان کے ادارے کا اہم ترین عنصر ہے۔ وہ جہاں والدین کی پہچان ہوتی ہے وہاں معاشرے کا بھی سرمایہ ہوتی ہے۔ اولاد کو بوجھ سمجھنا حرام ہے۔ اسلام نے بیٹے

کے بالغ ہونے تک اور بیٹی کی شادی ہونے تک ان کی تمام تر ذمے داریاں والدین پہ ڈالی ہیں۔ان کی بہترین تربیت والدین کا بنیادی فرض ہے۔ یہ ڈیوٹی فطرتاً جس شفقت، محبت، خلوص اور خوش اسلوبی سے والدین سرانجام دے سکتے ہیں کوئی بھی دوسرا سرانجام نہیں دے سکتا۔گھر ہی اولاد کی پہلی درس گاہ ہے، جتنی اچھی تربیت ہوگی اتنا ہی اچھا معاشرہ ہوگا۔

والدین: یہ بھی خاندان کا بہترین ترکیبی عنصر ہیں۔اولاد کے لیے ان کا ادب، خدمت اور اطاعت بنیادی فرائض میں سے ہیں۔ جب ان پہ بڑھاپا آتا ہے' صحت بگڑنے لگتی ہے اور وہ روزی کمانے سے قاصر ہوتے ہیں تو سعادت منداولاد کا فرض ہوتا ہے کہ ان کا پورا پورا خیال رکھے،ان کی ضروریات کی کفالت کرے،ان کی ناز برداری کرے ، ان کے چڑچڑے پن کو نظر انداز کرے اور ان کے لیے دعا گو رہے۔جیسا کہ انہوں نے بچپن میں اسے جنم دیا، پالا پوسا، کھلایا پلایا، علاج معالجہ کیا،تعلیم و تربیت دی اور اپنی تمام تر شفقتیں، محبتیں،عنایتیں اور خدمتیں اس پہ نچھاور کر دیں۔

رشتے دار: یہ خاندان کا چوتھا اہم رکن ہے جن میں دادا دادی، نانا نانی، بہن بھائی، چچا ماموں اور خالہ پھوپھو وغیرہ آتے ہیں۔اسلام نے ان کے ساتھ صلہ رحمی کو فرض اور قطع تعلقی کو حرام قرار دیا ہے۔پھر رشتوں میں چونکہ مختلف مراتب ہوتے ہیں اس لیے ان کے ساتھ حسن سلوک بھی حسب مراتب لازم کیا گیا ہے۔۔سب سے بڑھ کر وہ رشتے دار ہیں جن کے ساتھ نسبی تعلق کی وجہ سے نکاح ہمیشہ کے لیے حرام ہے۔خواہ وہ دور رہتے ہوں یا نزدیک ان کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آنا، سلام دعا رکھنا، ملنا جلنا، اٹھنا بیٹھنا،فون کر کے حال احوال پوچھنا، تحفے تحائف دینا اور بوقت ضرورت ان کی مدد کرنا بہر صورت لازم ہے۔

فکر مغرب:

مغرب کی خدا بے زار تہذیب کے مطابق زندگی کے جملہ معاملات کی طرح خاندان کے وجود و عدم وجود کا فیصلہ بھی خدا کے پاس نہیں، بلکہ بندے کے پاس ہے، وہ جو چاہے فیصلہ کرے۔مغرب کی سرمایہ دارانہ تہذیب میں اصل اہمیت معاشی ترقی کی ہے جس

کے راستے میں ان کے بقول خاندان رکاوٹ ہے، لہذاان کے مطابق معاشرے کی اکائی خاندان نہیں، ''فرد'' ہے۔۔اگروہ خاندان کی حیثیت تسلیم کرتے ہیں تو پھرانہیں عورتوں اور بوڑھوں کومکمل اعزاز کے ساتھ گھر بٹھانا پڑتا ہے جس کے نتیجے میں معاشرے کے آدھے سے زیادہ افراد کمانے سے مستثنیٰ ہو جاتے ہیں، ان سے ملتا کچھ بھی نہیں، لیکن ان پہ لگانا بہت کچھ پڑتا ہے۔۔اوراگروہ خاندان کی نفی کرتے ہیں تو پھر سب لوگ کما کرحکومت کو بھی سرمایہ مہیا کرتے ہیں اورخود بھی ماں باپ، بیوی بچوں، خاندان، برادری پرخرچہ کرنے سے بچ جاتے ہیں۔

لیکن ان کی یہ فلاسفی فطرت سے کھلی بغاوت ہے جو کہ معاشرے کی مکمل تباہی پہ منتج ہوتی ہے،اس سے جو جوخرابیاں پیدا ہوتی ہیں ان کا کوئی شمار نہیں، چندایک کا تذکرہ حسب ذیل ہے:

بچوں ، بزرگوں اورعورتوں کے نہ ہونے سے گھر کی رونقیں ختم ۔۔ماں کی ممتا، باپ کی شفقت،شوہر کا تحفظ ، بیوی کی غم خواری ، بھائیوں کا ساتھ ، بہنوں کا پیار سب غارت ۔۔ خاندانی منصوبہ بندی۔۔ اسقاط حمل۔۔کم عمر حاملہ بچیاں۔۔تولیدی صلاحیتوں کا کلیتاً خاتمہ۔۔ذہنی اضطراب میں اضافہ۔۔نفسیاتی پیچیدگیاں۔۔تربیت اولاد میں بگاڑ۔۔بغیر باپ لاتعداد بچوں کا تولد۔۔جنسی جرائم میں کثرت۔۔منشیات کی تباہ کاریاں۔۔عورتیں تشدد کا نشانہ۔۔اجڑے خاندانوں کی امداد، متاثرہ بچوں کی بحالی ، چلڈرن ہاؤسز اوراولڈ ہاؤسز کے حکومتی اخراجات میں بے پناہ اضافہ۔۔تنہائی کی الم ناک زندگی اورتنہائی کی عبرت ناک موت۔۔بعدازموت نہ کوئی آنسو بہانے والا نہ کوئی جنازہ اٹھانے والا۔

مذکورہ بالاحقائق ثابت کرتے ہیں کہ مغربی تہذیب نے خاندانی نظام کو برباد کر کے انسانیت کو کیسے کیسے بھیانک نقصانات سے دوچار کیا ہے۔مغرب کے سمجھ دارلوگ آج بھی اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہیں کہ عورت کوگھر سے باہر نکالنے کی وجہ سے انہیں کچھ معاشی فوائدتو ضرور حاصل ہوئے لیکن خاندان کا شیرازہ بکھر گیا، لہذاعورت کوگھر واپس لایا جائے تا کہ خاندانی نظام بحال ہواورگھریلوسکون دوبارہ مل سکے۔

(6) عورت کا تقدس: اسلامی تناظر

(1) اسلام میں عورت ذریعۂ کاروبار بالکل نہیں، بلکہ ایک مقدس ہستی ہے۔قرآن حکیم میں جابجا مردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں کا بھی ذکر کیا گیا ہے،ان کے نام پر ایک مکمل سورت ''النساء'' موجود ہے،جس سے ان کے بلند درجے اور مرتبے کا اظہار ہوتا ہے۔ نیز حضرت مریم کے نام پر بھی ایک پوری سورت موجود ہے۔ بائیسویں پارے کے آغاز میں مردوں اور عورتوں کا اعلیٰ اوصاف کے ساتھ نہایت حسین پیرائے میں اکٹھے ذکر کیا گیا ہے،اس کی جھلک ملاحظہ ہو:

اِنَّ الْمُسلِمِینَ وَ ال مُسلِمٰتِ وَ الْمُؤمِنِینَ وَ الْمُؤمِنٰتِ
وَ الْقٰنِتِینَ وَ الْقٰنِتٰتِ وَ الصّٰدِقِینَ وَ الصّٰدِقٰتِ
وَ الصّٰبِرِینَ وَ الصّٰبِرٰتِ وَ الْخٰشِعِینَ وَ الْخٰشِعٰتِ
وَ الْمُتَصَدِّقِینَ وَ الْمُتَصَدِّقٰتِ وَ الصَّآئِمِینَ وَ الصّٰئِمٰتِ
وَ الْحٰفِظِینَ فُرُوجَهُم وَ الْحٰفِظٰتِ
وَ الذّٰکِرِینَ اللّٰهَ کَثِیرًا وَّ الذّٰکِرٰتِ
اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُم مَّغفِرَۃً وَّ اَجرًا عَظِیمًا

(2) یاد رہے کہ اسلام میں عورت کا سارے کا سارا تقدس' نکاح کے مقدس بندھن کے ساتھ وابستہ ہے کیونکہ نکاح سے ہی سارے رشتے وجود میں آتے ہیں۔نکاح کے بغیر تو وہ سب سے کٹ کر ایک تنہا چیز ہے جس کی حیثیت سوائے ذریعۂ کاروبار کے کچھ بھی نہیں۔

اسلام کے متعین کردہ دائرہ نکاح میں اس کا تقدس یہ ہے کہ اگر وہ ماں ہے تو اسے اف تک کہنے کی اجازت نہیں ہے، اگر وہ بہن ہے تو بھائیوں کی غیرت ہے، اگر وہ بیٹی ہے تو اس کی تربیت پر جنت کی بشارت ہے، اگر وہ بیوی ہے تو وہ نصف ایمان ہے۔غرض وہ جس رشتے کے روپ میں بھی ہو کسی بھی طرح حقیر نہیں' مقدس ہی ہے۔

(3) چونکہ آدم وحوا کے وجود سے ہی سچے دین (خدائی فطری نظام زندگی) کا آغاز بھی ہو گیا تھا تو عند اللہ عورت کی حیثیت بھی اسی وقت سے متعین کر دی گئی تھی۔اور وہ یہ کہ عورت اگر دین کے دائرے کے اندر رہے تو وہ مقدس و عظیم تر ہے۔اللہ تعالیٰ نے دنیا کی پہلی عورت حضرت حوا کو تمام انسانوں کی ماں ہونے کا اعزاز بخشا۔۔اپنے عظمتوں والے گھر خانۂ کعبہ کی از سر نو آبادکاری کا افتتاح حضرت ہاجرہ کی وہاں آمد سے کیا، نیز صفا و مروہ کی دو پہاڑیوں کے درمیان جہاں حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا پانی کی تلاش کے لیے سات مرتبہ دوڑی تھیں، حج و عمرہ کرنے والے ہر ہر فرد کے لیے بالکل انھیں کی طرح وہاں کے سات چکر لگانے کو لازمی قرار دے دیا۔۔ایک اور عورت حضرت بلقیس جو کہ ایک وسیع و عریض سلطنت کی ملکہ تھیں، انہوں نے اپنی حکومت کو چھوڑا اور حضرت سلیمان علیہ السلام پر ایمان لے آئیں۔اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ان کا بہت شان و شوکت کے ساتھ تذکرہ کیا۔

(4) قرآن حکیم کے تفسیری واقعات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ازواج حضرت ہاجرہ اور حضرت سارہ کے تقویٰ و طہارت ۔۔حضرت اسماعیل علیہ السلام کی زوجہ محترمہ حضرت رعلہ کے جود و کرم ۔۔حضرت یعقوب علیہ السلام کی زوجہ محترمہ حضرت راحیل کی وفا اور رضا بالقضاء۔۔حضرت یوسف علیہ السلام کی زوجہ محترمہ حضرت زلیخا کے اعترافِ حق ۔۔حضرت ایوب علیہ السلام کی زوجہ محترمہ حضرت رحمہ کا صبر، خلوص اور فرماں برداری۔۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زوجہ محترمہ حضرت صفورا کی پاکیزگی، حیا اور دیانت داری ۔۔حضرت زکریا علیہ السلام کی زوجہ محترمہ حضرت ایشاع کی اطاعت اور اعلیٰ اخلاص کے بھی خوب خوب تذکرے ملتے ہیں۔

(5) اسلام کی امہات الکتب میں چار مزید مقدس مثالی عورتوں کا خصوصی تذکرہ ملتا ہے، جو دراصل چار بہترین کرداروں کی نشاندہی کرتا ہے۔۔اگر کوئی عظیم ماں کا کردار دیکھنا چاہے تو حضرت مریم کو دیکھے۔۔عظیم بیوی کا کردار دیکھنا چاہے تو حضرت خدیجہ کو دیکھے۔۔عظیم بیٹی کا کردار دیکھنا چاہے تو حضرت فاطمہ کو دیکھے۔۔کفر و شرک کے بدترین ماحول میں

ایمانی جرأت واستقامت کا کردار دیکھنا چاہے تو حضرت آسیہ کو دیکھے۔

(6) رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو قرآن حکیم میں بہت عظیم مقام بخشا گیا ہے، انھیں مؤمنوں کی مائیں قرار دیا گیا ہے، انہیں باقی عورتوں کے مقابلے میں بے مثل قرار دیا گیا ہے، انہیں ہر طرح کی روحانی واخلاقی خرابیوں سے پاک قرار دیا گیا ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاک دامنی کے اظہار کے لیے پوری دس آیات نازل ہوئیں۔ازواج مطہرات کا یہ عظیم گلدستہ جن زبردست ترین علمی، فکری، اخلاقی اور روحانی خوشبوؤں سے معطر تھا ان میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

ایثار وقربانی۔۔فہم وفراست۔۔حکمت وتدبر۔۔خدمت واطاعت۔۔نرم مزاجی وشگفتگی۔۔جود وسخاوت ۔۔تعلیم وتربیت۔۔علوم وفنون ۔۔غریب پروری۔۔ احکام شریعت کی پابندی۔۔زہدوریاضت ۔۔ایمان وایقان۔۔فقہی واجتہادی بصیرت۔۔صبر وشکر۔۔حسن اخلاق۔۔عجز وانکسار۔۔حق گوئی۔۔سلیقہ شعاری۔۔فطری وذہنی سلامتی۔۔صلہ رحمی۔

(7) اگر آپ اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ کھنگالیں تو وہ رسول اللہ ﷺ کے مبارک زمانے سے لے کر آج کے دن تک باکمال، لازوال اور بے مثال مسلم خواتین سے مالا مال نظر آتی ہے۔ ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا، آپ کی ازواج مطہرات، بنات طیبات اور صحابیات کے عظیم ورفیع تذکروں پر مشتمل ہزاروں مفصل کتابیں موجود ہیں۔ نیز ہماری لائبریریوں میں ان کے بعد آنے والی علوم وفنون میں ماہر، عبادت وریاضت میں کامل اور اخلاق وآداب میں فائق لاکھوں خواتین اسلام کے حالات وواقعات پر مبنی لاتعداد تصنیفات محفوظ ہیں۔ہم اپنی تاریخ کی ان تمام خواتین پر فخر کرتے ہیں، وہ ہمارا قابل قدر سرمایہ ہیں۔

(8) ہماری تاریخ میں بڑی بڑی ولیہ عورتیں بھی ہو گزری ہیں جنہیں رب کریم کا قرب خاص حاصل تھا۔جن کے تقدس کی ایک دنیا گواہی دیتی تھی، جن کی روحانیت مشک و عنبر سے زیادہ معطر تھی، جن کی کرامات کے ہر طرف چرچے رہتے تھے، جن کی دعائیں

اجابت وقبولیت کے سہروں سے مزین تھیں، جن کے تقویٰ وطہارت کوثر وتسنیم سے زیادہ خوشبو دار تھے۔ ایسی مقدس عورتیں کہ جنت کی حوریں بھی جنہیں رشک کی نظروں سے دیکھیں، آسمان کی بلندیاں بھی جنہیں جھک جھک کے سلامیاں پیش کریں، ہمالیہ جیسی لاکھوں چوٹیاں بھی جن کے قدموں کے بوسے لیں۔

ایسی عفت مآب صالحات کہ جس راہ سے گزر جائیں تو وہاں دھرتی کا سینہ فخر سے چوڑا ہو جائے، جن کی شب بیداریوں پہ راتوں کے سب پہر ناز کریں، جن کی چادروں اور حجابوں کو فرشتگانِ فلک اپنے پروں پہ اٹھائیں، جن کی ولایت کے عرش الٰہی پہ ڈنکے بجیں، جن کی شرم وحیا کا یہ مقام کہ دامن نچوڑ دیں تو فرشتے وضو کریں۔

(9) ہمارے معاشروں میں آج بھی عورت کا تقدس قائم ودائم ہے۔ وہ خانۂ خدا میں حاضر ہوکر مردوں کے شانہ بشانہ طواف کرتی ہیں، وہ مدینہ منورہ میں حاضر ہوکر بارگاہِ مصطفیٰ میں مردوں کے برابر درود وسلام کے نذرانے پیش کرتی ہیں۔

یہ بھی ہماری عورتوں کا اعزاز ہے کہ آج بھی بہت سے مصنفین اپنی کتابوں کے انتساب اپنی ماؤں، بیویوں کے نام کرتے ہیں۔ ہمارے بہت سے مردوں نے عورتوں کی شان میں کثیر کثیر کتابیں لکھی ہیں۔ ہمارے ہاں ماؤں، بہنوں، بیویوں اور بیٹیوں کی عظمت اور حقوق کے بارے میں علیحدہ علیحدہ مستقل کتب بھی لکھی جاتی ہیں اور متعدد کتب میں ان کے حوالے سے خصوصی ابواب بھی موجود ہوتے ہیں۔

آج بھی جب ہمارے سامنے انبیاء واولیاء کی ماؤں کا تذکرہ ہوتا ہے تو ہم ادب سے سر جھکا لیتے ہیں۔ ہم اپنے جمعہ وعید کے خطبوں تک میں بھی ازواج مطہرات اور حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہن کا ادب سے تذکرہ کرتے ہیں۔ جب ہم قرآن حکیم کی تلاوت کرتے ہیں تو درمیان میں عورتوں سے متعلقہ آیات بھی آتی ہیں، ان کے ہر ہر حرف پر بھی ہمیں دس دس نیکیاں ملتی ہیں۔ ہم شادی کی تقریبات میں جب دلہا دلہن کے لیے دعائیں مانگتے ہیں تو انبیاء واولیاء اور ان کی ازواج کا رب کی بارگاہ میں وسیلہ پیش کرتے ہیں۔

ہم اپنی نمازوں کے اندر بھی اپنے ماں باپ کے لیے دعائیں مانگنا نہیں بھولتے۔ ہم اپنی عام دعاؤں میں بھی ''الہٰی! بحق بنی فاطمہ'' جیسے الفاظ کے ذریعے صالحاتِ امت کے وسیلے پیش کرتے ہیں۔ ہم ہمہ وقت اپنی ماؤں، بہنوں، بیویوں، بیٹیوں کے لیے اپنے رب کی بارگاہ سے خیر کے طلب گار رہتے ہیں۔ غرض ہماری زندگی کا کوئی بھی لمحہ عورتوں کی عظمت اور تقدس سے خالی نہیں ہوتا ہے۔

(10) ہمارے ہاں آج بھی جب چھوٹے بڑے گھر میں قدم رکھتے ہیں تو ان کی بے تاب نظروں کو سب سے پہلے ہر طرف اپنی ماں کی تلاش ہوتی ہے۔ اگر ماں موجود نہ ہو تو سب افسردہ ہو جاتے ہیں۔ جوان ہوں یا بوڑھے' اگر انہیں تکلیف کی شدت ہو تو کراہتے ہوئے ماں ماں پکارتے ہیں۔

پبلک ٹرانسپورٹ میں بہت سے مسافر' عورتوں کے لیے اپنی سیٹیں تک چھوڑ دیتے ہیں۔ محلے کے نوجوان بے سہارا بوڑھی خواتین کا سودا سلف بھاگ بھاگ کر لاتے ہیں۔ ہمارے ہاں ہجوم میں عورتوں کی دھکم پیل کو انتہائی معیوب سمجھا جاتا ہے اور ان کے لیے خصوصی گنجائش پیدا کی جاتی ہے۔ ہم عورتوں پہ ہاتھ اٹھانے کو سخت برا اور انتہائی گھٹیا سمجھتے ہیں۔ ہم عورتوں کو گھور گھور کے دیکھنا بھی سخت ناپسند کرتے ہیں۔

گھر کا دروازہ بجے، گاڑی کی ڈرائیونگ ہو یا پٹرول ختم ہونے پر گاڑی کو دھکا لگانا پڑ جائے تو ان سب کے لیے مرد ہی آگے بڑھ کر اپنی خدمات پیش کرتے ہیں۔ اگر کبھی عوامی سفری گاڑیوں میں اندر جگہ کم ہو تو عورتوں کو اندر بٹھاتے ہیں اور مرد باہر پائیدانوں اور چھتوں پہ سفر کرتے ہیں۔ اگر راہ چلتے ہوئے عورتیں سامنے آ جائیں تو مرد انہیں راستہ دینے کے لیے ایک طرف ہٹ کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔

ہمارے ہاں گٹروں کی صفائیاں تک بھی مرد کرتے ہیں' عورتوں کو اس کی زحمت نہیں دی جاتی۔ کھیتوں کے سارے مشقت والے کام مرد ہی کرتے ہیں' جبکہ عورتیں انہیں کھانا پہنچانے کی ذمے داری ادا کرتی ہیں۔ منڈیوں، بازاروں اور مزدوریوں کے سارے مشقت

والے کام مرد ہی سرانجام دیتے ہیں۔ اگر کہیں ذلت کا سامنا کرپڑ جائے تو عورتوں کو پیچھے رکھ کر، مرد اس کا سامنا کرتے ہیں، اپنی ذلت تو برداشت کر لیتے ہیں لیکن عورتوں کی نہیں۔

(11) اللہ تعالیٰ کے فطری دین اسلام میں عورت کے کسی ایک بال کا کاروبار بھی حرام ہے، وہ اُسے رشتوں کی لڑی میں پروکر پورا پورا تقدس عطا کرتا ہے۔ وہ اُسے ماں، بہن، بیوی، بیٹی کے تناظر میں دیکھنے کا حکم دیتا ہے۔ رنگ خواہ گورا ہو یا کالا، قد خواہ بڑا ہو یا چھوٹا، صحت خواہ ٹھیک ہو یا بگڑی ہوئی، عمر خواہ کم ہو یا زیادہ، شکل وصورت خواہ پرکشش ہو یا واجبی، علم خواہ تھوڑا ہو یا زیادہ، دولت خواہ قلیل ہو یا کثیر، عہدہ خواہ موجود ہو یا نہ، اسلام میں عورت کو بہر صورت پورا پورا اور تاحیات پروٹوکول دینا لازم ہے۔

ہمارے اسلامی رواج میں عورت کا وقار یہ ہے کہ رشتہ ڈھونڈنے کی ذمے داری مرد کی ہے، عورت کی نہیں۔ رشتہ طلب کرنے کے لیے لڑکے والوں کو لڑکی والوں کے ہاں چل کے جانا اور اپنے آپ کو حق دار ثابت کرنا پڑتا ہے۔ مرد کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ وہ معاشرتی اسٹیٹس کے لحاظ سے عورت سے بڑھ کر یا کم ازکم اس کے برابر ہو۔ پھر نکاح کے وقت عورت کے تقدس کے اظہار کے لیے اسے مناسب حق مہر بھی دینا پڑتا ہے، اس کے لیے اپنے گھر کو بھی سجانا پڑتا ہے اور ساتھ بھی بہترین سواری پہ لے جانا پڑتا ہے۔

پھر ہمارے ہاں یہ بھی ضروری ہے کہ عورت کی عزت بحیثیت عورت کے کی جائے نہ کہ اس کے سازوسامان اور مال ومتاع کو دیکھ کر۔ اسی لیے ہمارے علماء جہیز کی سخت مخالفت کرتے ہیں اور اسے ایک لعنت قرار دیتے ہیں۔ نیز عورت کو شادی کے موقع پر جو کچھ بھی ملتا ہے وہ اسی کی ملکیت ہوتا ہے نہ کہ مرد کی۔

(12) عورتوں کے حجاب سے بھی ان کا تقدس ظاہر ہوتا ہے کیونکہ عام مشاہدہ ہے کہ جتنی بھی قیمتی اور مقدس چیزیں ہیں، سب کی سب بہترین پیکنگ میں رکھی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جتنے بھی پھل پیدا کیے ان کے اوپر رنگا رنگ چھلکوں کی صورت میں بہترین غلاف چڑھائے۔ جتنی بھی زمینی اجناس اور جڑی بوٹیاں ہوتی ہیں وہ بھی طرح طرح کے غلافوں

میں لپٹی ہوتی ہیں۔قرآن حکیم کو بھی اس کے تقدس کے پیش نظر ہی غلاف میں لپیٹ رکھا جاتا ہے۔خانۂ خدا کعبۃ اللہ بھی اسی لیے کالے رنگ کے بارعب غلاف میں ملبوس نظر آتا ہے۔

چونکہ عورتیں بھی اللہ تعالیٰ کی حسین وجمیل مخلوق اورامت مسلمہ کا قیمتی ومقدس سرمایہ ہیں ، اسی لیے انہیں بھی حجاب میں رہنے کا حکم دیا گیا ہے تا کہ ہر گھٹیا، کاروباری، ذلیل، بے حیا اور میلی نظر ان پہ نہ پڑے۔انہیں دیکھنے کا حق صرف اسی شخص کو حاصل ہے جس کا ان سے نکاح ہو یا محرم رشتے دار ہوتا کہ ان کے تقدس اور تحفظ وغیرہ جملہ حقوق کی پاس داری ہو سکے۔

پھر جیسے موتی ہمیشہ سیپ سے وجود میں آتا ہے اسی طرح عظیم انسان بھی ان پردہ نشین عورتوں سے وجود میں آتے ہیں ۔ان کے بطن سے انبیاء پیدا ہوتے ہیں، صحابہ پیدا ہوتے ہیں، مفسرین پیدا ہوتے ہیں، محدثین پیدا ہوتے ہیں، مصنفین پیدا ہوتے ہیں، محققین پیدا ہوتے ہیں، ائمہ پیدا ہوتے ہیں، مجتہدین پیدا ہوتے ہیں، علماء وصلحاء پیدا ہوتے ہیں، تہجد گزار وشب بیدار پیدا ہوتے ہیں، حفاظ وقراء پیدا ہوتے ہیں۔پھر یہ سب کے سب اپنی ان ماؤں کے وفادار وخدمت گزار ہوتے ہیں۔

بتولے باش وپنہاں شواز یں عصر کہ درآغوش شبیرے بگیری

فکر مغرب:

مغرب کی نگاہ تاجرانہ ہے' عورت کا تقدس اس کے نزدیک بالکل فالتو اور بے کار چیز ہے ، وہ اصل چیز سرمائے اور دولت کو سمجھتا ہے۔اس نے رب کے فطری نظام سے بغاوت کرتے ہوئے سب سے پہلے نکاح کے مقدس حصار کو توڑا اور معاشرے کو سیکس فری (Sex free) کر دیا۔پھر جب عورت سے اس کے سب رشتے چھن گئے اور وہ تنہا رہ گئی تو اسے اپنا تجارتی سرمایہ بنالیا، سر سے لے کر پاؤں تک اس کے ایک ایک بال اور ایک ایک عضو کو بیچ کھایا۔

یورپ عورت کو بکاؤ مال سمجھتا ہے اور ایک گھاک بیوپاری کی طرح اس کی قیمت

لگاتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ اس سے جتنی زیادہ سے زیادہ دولت کمائی جاسکتی ہے کمالی جائے۔ جبکہ اسلام اس شیطانی فکر کے سخت خلاف ہے، وہ عورت کو کسی بھی طور پر کمائی کا دھندہ نہیں سمجھتا، بلکہ اس پر تو خود اپنے لیے بھی کمانے کو فرض قرار نہیں دیتا۔ وہ اسے ماں، بہن، بیٹی اور بیوی کی صورت میں ایک معزز ہستی قرار دیتا ہے۔

یہ ایک دردناک المیہ ہے کہ مغرب نے اماں حوا سے چلے آنے والے عورت کے تاریخی و مذہبی تقدس کو پامال کر کے رکھ دیا۔ ان کے ہاں حوا، مریم، فاطمہ، خدیجہ اور عائشہ رضی اللہ عنہن جیسی آئیڈیل ہستیوں کا تصور مفقود ہے۔ ان کا ماضی بھی عورتوں کے تقدس سے خالی ہے اور ان کا حال بھی۔ وہاں تو بس کمائی دھندے والی عورتیں ہی ہر طرف نظر آتی ہیں۔

بے چاری مغربی عورت سینکڑوں مردوں کے درمیان فٹ بال بنی ہوئی ہے۔ وہ اگر شادی کی زندگی گزارنا چاہے تو اپنے رشتے خود تلاش کرتی ہے، نہ تو اس کے لیے کوئی حق مہر ہوتا ہے اور نہ ہی وراثت میں متعین حصہ، وہاں عورت کی عزت صرف پیسہ دیکھ کر کی جاتی ہے۔ جب سے مغربی تہذیب نے اسے چادر و چار دیواری یہاں تک کہ تن کے لباس سے بھی باہر نکالا ہے تب سے وہ کوئی مقدس مخلوق نہیں رہی بلکہ پبلک پراپرٹی بن چکی ہے۔

(7) عورت کا تحفظ: اسلامی تناظر

(1) ہم مسلمان اپنی عورتوں کے تحفظ کے سلسلے میں بہت حساس اور غیرت مند واقع ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہماری عورت آج بھی محفوظ ہاتھوں میں ہے۔ دنیا والوں کو اس کے لیے فکرمند ہونے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں۔

ہماری تو تاریخ گواہ ہے کہ اگر ۲ھ میں شہر مدینہ کے بازار میں بنوقینقاع کا ایک یہودی مسلمان عورت کا آنچل نوچتا ہے تو رسول خدا ﷺ اپنے جانثاروں کے لشکر کے ساتھ یہودیوں کی پوری بستی پہ چڑھائی کر دیتے ہیں اور انہیں ان کی عہد شکنی کے سبب مدینے سے جلاوطن کر دیتے ہیں۔

اگر ۷۱۱ء/۹۱ھ میں اسپین کا بادشاہ راڈرک اپنے وزیر کاؤنٹ جولین کی بیٹی فلورنڈا کی عصمت دری کرتا ہے تو کاؤنٹ جولین کی اپیل پر طارق بن زیاد اسپین پہ حملہ آور ہوجاتا ہے۔

اگر ۷۱۲ء/۹۲ھ میں سندھ کے بحری قذاقوں کی قید میں کوئی مسلمان عورت کوفہ و بصرہ کے گورنر حجاج بن یوسف کو "یا حجاج، یا حجاج" کہہ کر پکارتی ہے تو وہ فوراً اس پر لبیک کہتا ہے اور اس کے حکم پہ اس کا سترہ سالہ بھتیجا محمد بن قاسم ایک لشکر جرار لے کر سندھ آپہنچتا ہے۔

اگر ۲۲۳ھ میں عباسی خلیفہ معتصم باللہ کو اطلاع ملتی ہے کہ عموریہ میں ایک مسلمان بہن رومیوں کی قید میں اسے "وامعتصماہ، وامعتصماہ" کہہ کر پکار رہی ہے تو وہ "لبیک یا اختی" کہتے ہوئے خود ایک لشکر کی قیادت کرتے ہوئے عموریہ کو فتح کر کے اس مسلمان بہن کو رومیوں کی قید سے نکال لاتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ یہ ہماری قابل فخر تاریخ ہے کہ ہم وہ غیرت مند قوم ہیں کہ عورت مسلم ہو یا غیر مسلم' اس کے تحفظ کے لیے لشکر لے کر میدان میں اتر آتے ہیں اور جان تک کی بازی لگا دیتے ہیں۔ پس جن عورتوں کو ایسے غیور محافظ میسر ہوں انہیں بھلا ٹیڑھی آنکھ

سے دیکھنے کی کون جرأت کر سکتا ہے۔

یہ علیحدہ بات ہے کہ آج چونکہ بے غیرت مغربی تہذیب نے طرح طرح کے ہتھکنڈوں سے اپنی اور ساری دنیا کی عورتوں کی عزتوں کو داؤ پہ لگا رکھا ہے اور اسی کے سیاسی غلبے کی وجہ سے ممالک اسلامیہ پر دیوث حکمران مسلط ہیں تو مسلمان عالمی سطح پر عورتوں کے تحفظ کو یقینی بنانے میں خاطر خواہ کامیابیوں سے ہم کنار نہیں ہو پا رہے۔ لیکن اس کے باوجود پھر بھی مسلمانوں کو یہ فخر حاصل ہے کہ آج بھی جہاں جہاں وہ آباد ہیں انفرادی طور پر عورتوں کی عزت اور عفت کے تحفظ کے لیے اپنی جانوں پہ کھیل جاتے ہیں۔

(2) اسلام میں عورتیں چونکہ تجارتی سرمایہ نہیں بلکہ مقدس سرمایہ ہیں، اس لیے اسلام نے ان کے تحفظ کا ایک کامل، اکمل، جامع، محیط اور فطری نظام مہیا کیا ہے، جسے سادہ لفظوں میں ''نظام حجاب'' کہا جاتا ہے۔ یہ ایک ایسا نظام ہے کہ جس میں کسی بھی جہت سے کوئی بھی کمزور پہلو یا رخنہ موجود نہیں ہے۔ عورتوں کے مقدس سرمائے کی ہر طرح کے غلط اخلاق و کردار سے تحفظ کے لیے اسلام ان کے اردگرد چھ طرح کے حفاظتی حصار قائم کرتا ہے۔ چونکہ یہ سرمایہ کوئی جامد نہیں بلکہ جیتا جاگتا، چلتا پھرتا اور دیکھتا سنتا سرمایہ ہے اس لیے ان حفاظتی حصاروں میں صرف دوسروں کا ہی نہیں' خود اس کا اپنا کردار بھی لازمی حصے کے طور پر شامل ہے، اور اس کے ساتھ جزا و سزا کا بھی تعلق ہے۔ آیئے ان حصاروں کی مختصر تفصیل ملاحظہ کرتے ہیں۔

(3) پہلے حفاظتی حصار کا تعلق اپنے آپ کو مہذب بنانے سے ہے، اس میں جو امور شامل ہیں ان میں سے ایک بنیادی اہمیت کی حامل چیز شرم و حیا ہے جس کا وجود بقیہ تمام حصاروں میں بھی اپنا کردار ادا کرتا ہے۔ یہ ایک ایسا عمدہ وصف ہے جو انسان کو ہر طرح کے ناپسندیدہ کاموں سے روکتا ہے۔ اگر یہ نہ رہے تو بندہ ناپسندیدہ کاموں میں مبتلا ہوتا چلا جاتا ہے۔ اس کے ہوتے ہوئے بندہ فحش سوچنے، فحش بولنے اور فحش حرکتوں سے رکا رہتا ہے۔

دوسری اہم چیز خوف خدا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کی ناراضی

اوراس کے عذاب سے ڈرتا رہے۔ جب ہر وقت رب تعالیٰ کی یاد ذہن میں ہوگی تو وہ غلط کاموں سے ازخود اجتناب کرے گا۔

علاوہ ازیں ظاہری و باطنی طہارت بھی اس سلسلے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے جہاں دل و دماغ کو ہر طرح کی غلط سوچ سے پاک صاف رکھنے کا حکم دیا ہے وہاں اس کے ساتھ ساتھ ظاہری طہارت یعنی استنجا، وضو، غسل، گھر، کپڑوں اور بستر کی پاکیزگی کا بھی حکم دیا ہے۔ مزید برآں نماز روزہ، تلاوت و استغفار اور ذکر و درود کے احکام بھی ارشاد فرمائے ہیں۔

(4) دوسرے حفاظتی حصار کا تعلق گھریلو تدابیر سے ہے۔ اس میں گھر کے اندر کچھ چیزوں کا خیال رکھنے کا حکم ہے، جس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

جب بچیاں نو سال کی عمر کو پہنچیں تو ان کے بستر علیحدہ علیحدہ کر دیے جائیں۔ اتنا اونچا نہ بولیں کہ آواز گھر سے باہر سنائی دے۔ چھتوں' بالکونیوں سے باہر نہ جھانکیں۔ موبائل فون، کمپیوٹر، فلموں، ڈراموں، گانوں، باجوں، حیاسوز ناولوں، اخباروں اور رسالوں سے اجتناب کریں۔ غیر مردوں سے ٹیوشن نہ پڑھیں۔

چہرے، ہاتھ اور پاؤں کے علاوہ سارا جسم ڈھانپ کے رکھیں' باریک اور چست لباس سے کلیتاً پرہیز کریں' تنہائی میں بھی بلاضرورت بے لباسی اختیار نہ کریں۔ غیر محرم کی دوستی سے بچیں۔ ملازموں اور ڈرائیوروں کا سامنا بھی نہ کریں، ہاں! جو بے حد بوڑھے یا کم سن بچے ہوں ان کا سامنا کر سکتی ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ گھر کے دروازے پر مرد حضرات جائیں' لیکن اگر انہیں مجبوراً جانا پڑے تو غیر مردوں سے لوچ دار لہجے میں بات کرنے کی بجائے تلخ لہجے میں بات کریں۔

(5) تیسرے حفاظتی حصار کا تعلق خاندان برادری سے ہے۔ عورت کے تمام رشتے دار اس کے لیے ایک مضبوط قلعہ ہیں جو فطری جذبات واحساسات کے تحت اس کا ہر ہر طرح سے بلامعاوضہ خیال رکھتے ہیں۔ عورت کو ان کی موجودگی میں اپنے مکمل تحفظ کا

احساس رہتا ہے۔۔۔پھر رشتے دار بھی دو قسم کے ہیں:

(الف) محرم رشتے دار: جن سے نکاح شرعاً حرام ہے۔ان سے عورت کا پردہ نہیں ہے۔اگر ان کی سر، بازو اور پنڈلیوں پہ نظر پڑ جائے تو گناہ نہیں ہے۔لیکن عمومی طور پر گھر کے جملہ افراد کا مناسب لباس میں رہنا اسلامی اخلاق کا تقاضا ہے۔۔محرم رشتے دار درج ذیل ہیں:

باپ، دادا، نانا، چچا، ماموں، بیٹا، بھائی (خواہ یہ سب سگے ہوں، سوتیلے ہوں یا رضاعی) پوتا، نواسا، بھانجا، بھتیجا (خواہ یہ سب سگے ہوں، سوتیلے ہوں یا رضاعی) داماد۔۔شوہر کا بیٹا (خواہ سگا ہو، سوتیلا ہو یا رضاعی)۔۔سسر۔(اگر خدانخواستہ ان محرم رشتے داروں میں سے بھی کوئی شخص شہوانی جذبات سے مغلوب ہو اور قابل بھروسہ نہ ہو تو اس سے بھی عورت کا باپردہ اور دور رہنا ضروری ہے)

شوہر سے عورت کا بالکل ہی پردہ نہیں ہے۔

(ب) غیر محرم رشتے دار: جن سے نکاح شرعاً جائز ہے۔ان سے عورت کا مکمل پردہ ضروری ہے۔اگر گھر میں نامحرم رشتے دار رہتے ہوں یا کبھی ملنے آئیں تو ان کے سامنا کرنے اور بے تکلف باتوں سے گریز کرے۔اگر کسی وجہ سے سامنے آنا پڑے تو بڑی چادر اوڑھ کر' کسی حد تک چہرے کو چھپا کر اور نگاہیں جھکا کر سامنے آئے۔غیر محرم رشتے دار درج ذیل ہیں:

چچا زاد۔۔ پھوپھی زاد۔۔ ماموں زاد۔۔ خالہ زاد۔۔ دیور۔۔ جیٹھ۔۔ بہنوئی۔۔ نندوئی۔۔پھوپھا۔۔ خالو۔۔شوہر کا چچا۔۔شوہر کا ماموں۔۔شوہر کا پھوپھا۔۔شوہر کا خالو۔۔شوہر کا بھتیجا۔۔شوہر کا بھانجا۔

مذکورہ غیر محرم رشتے داروں سے بھی عورت کا اسی طرح سے پردہ ہے جس طرح اس کا باقی غیر محرم لوگوں سے پردہ ہے۔

(6) چوتھے حفاظتی حصار کا تعلق ''چار دیواری'' سے ہے۔عورتوں کا غیر ضروری طور پر گھر سے باہر نکلنا ممنوع ہے۔ہاں! جب کہیں خریداری یا تعلق والوں کے ہاں جانا ہو تو شوہر یا ماں باپ کی اجازت سے جا سکتی ہیں۔پھر اگر بیرونی سفر 92 کلومیٹر سے زائد

مسافت کا ہے تو محرم یا شوہر کے بغیر جانا سخت منع ہے خواہ حج وعمرے کا سفر ہی کیوں نہ ہو۔اور اگر اس سے کم مسافت کا سفر ہے اور محفوظ ہے تو اکیلی جاسکتی ہیں لیکن بہتر یہی ہے کہ کوئی محرم یا قابل اعتماد عورت ساتھ ہو۔

چونکہ اسلام عورتوں کے اخلاق وکردار کی حفاظت کے حوالے سے انتہائی حساس ہے ، لہذا وہ انہیں مسجد وں،مزاروں، قبرستانوں، جنازوں، جمعوں اور عیدوں تک کی حاضری سے بھی مستثنیٰ قرار دیتا ہے۔۔اسلام میں عورتوں کے لیے بازاروں کے بلاوجہ کے چکر، پڑوسیوں اور رشتے داروں کے ہاں بے ضرورت آنا جانا،کوایجوکیشن ،مخلوط اجتماعات، مخلوط شادیاں اور مخلوط ملازمتیں ممنوع ہیں۔ایسا محلّہ جس کا ماحول قابل بھروسہ نہ ہوان کا وہاں رہنا بھی درست نہیں ہے۔

ان کے تحفظ کے لیے اسلام یہ بھی حکم دیتا ہے کہ جب وہ باہر نکلیں تو سر سے لے کر پاؤں تک چہرے سمیت مکمل باپردہ ہوکر نکلیں ۔حجاب بالکل سادہ، غیر منقش اور ڈھیلا ڈھالا ہو۔مٹک مٹک کر نہ چلیں ۔آہستہ آواز میں بات کریں۔غیر مردوں سے بے تکلفی کا مظاہرہ نہ کریں اور لہجہ تلخ رکھیں۔زیورات کی جھنکار، چلنے کی آواز اور خوشبو کی مہک بالکل نہیں ہونی چاہیے۔نوکروں، ڈرائیوروں اور نامحرموں کے ساتھ کہیں اکیلے جانا سخت منع ہے۔

اپنے علاج معالجے اور آپریشن وغیرہ کے لیے صرف خاتون ڈاکٹر کے پاس ہی جائیں،اگر وہ دستیاب نہ ہوتو پھر قابل اعتماد مرد ڈاکٹر کے پاس جاسکتی ہیں۔مرد ڈاکٹر ان کے علاج کے لیے بدن کے صرف اتنے حصے کو مجبوراً چھو یا چیک کرسکتا ہے جس کی علاج میں ضرورت ہوتی ہے، باقی تمام حصے کا پردہ فرض ہے۔

(7) پانچویں حفاظتی حصار کا تعلق غیر محرم مردوں کی ذمے داریوں سے ہے۔انہیں پابند کیا گیا ہے کہ انہوں نے غیر عورتوں کو نظر اٹھا کر دیکھنا بھی نہیں۔۔چھونا بھی نہیں۔۔کسی کے گھر میں جھانکنا بھی نہیں۔۔تنہائی میں ملنا بھی نہیں۔۔انہیں پڑھانا بھی نہیں۔۔ہاتھ تک بھی نہیں ملانا۔۔عشق بازی میں بھی مبتلا نہیں ہونا۔

انہیں غلط انداز سے موضوع سخن نہیں بنانا۔۔ان کا تعاقب نہیں کرنا۔۔کسی کے گھر بلا اجازت داخل نہیں ہونا۔۔حتیٰ کہ اپنے گھر بھی آواز لگائے بغیر داخل نہیں ہونا۔۔ان پہ آوازے نہیں کسنے۔۔ان کے متعلق فحش اشعار نہیں کہنے ۔۔ناجائز تہمت نہیں لگانی۔۔ان کی معیت میں تعلیم حاصل نہیں کرنی۔۔بوقت ضرورت پردے میں رہ کر بات کرنی ہے۔۔گھر میں ہوں یا باہر' اپنا جسم ڈھانپ کے رکھنا ہے۔

یہ ہے اسلام میں خود مسلمان مردوں سے عورتوں کا تحفظ۔ان کے لیے حکم یہ ہے کہ وہ پاک دامن رہیں اور اپنے آپ کو معاشی و معاشرتی لحاظ سے رشتے کے قابل بنائیں۔جب اس قابل ہو جائیں تو بھلے طریقے سے رشتہ تلاش کریں۔پھر جب نکاح ہو جائے تو بیوی کی مکمل ذمے داری اٹھائیں۔

(8) چھٹے حفاظتی حصار کا تعلق حد قذف اور حد زنا جیسی سزاؤں سے ہے۔چونکہ اللہ تعالیٰ کو عورتوں کی عزت کا تحفظ بے حد عزیز ہے،اس لیے اگر کوئی بدبخت اس کے مقرر کردہ حصاروں کو توڑنے کی جسارت کرے تو وہ شرعی مجرم قرار پائے گا اور سخت سزاؤں کا مستحق ہوگا۔ان میں سے دو جرائم ''ناجائز تہمت اور زنا'' کی سزاؤں کا تعلق تو براہِ راست حدود اللہ سے ہے جبکہ دیگر جنسی جرائم کی سزائیں سرپرستوں، پنچائتوں اور عدالتوں کی صواب دید پر منحصر ہیں۔

کسی پر ناجائز تہمت لگانے کی سزا یہ ہے کہ مجرم کو لوگوں کی ایک بڑی تعداد کے سامنے اسی کوڑے لگائے جائیں۔۔اگر کوئی غیر شادی شدہ مرد جبراً کسی عورت کی عزت کو پامال (بدکاری) کرے تو اس کی سزا سو کوڑے ہے اور اگر وہ شادی شدہ ہے تو پھر اس کی سزا رجم یعنی سنگ ساری ہے۔اگر خدانخواستہ عورت بھی اپنی عزت کی پامالی پہ راضی ہے تو پھر اس کے لیے بھی یہی سو کوڑے اور سنگ ساری کی سزائیں ہیں، کیونکہ اس کی عزت و ناموس کی سلامتی صرف اسی کا ہی نہیں' خدا تعالیٰ کا بھی حق ہے۔

یہ بھی یاد رہے کہ مذکورہ سخت سزائیں معاشرے میں عورتوں کی عزتوں کے تحفظ

کے لیے رکھی گئی ہیں، تا کہ لوگ عبرت حاصل کریں اوران کی عزت وناموس کے ساتھ کھیلنے سے باز رہیں۔

فکر مغرب:

جب مغربی تہذیب نے عورت کے تحفظ کے لیے اسلام کے خدا ساختہ فطری نظام سے بغاوت کی اور سارے کے سارے عظیم و مقدس حفاظتی حصاروں کو بے جا پابندیاں قرار دے کرتوڑ پھوڑ ڈالا تو اس کا نتیجہ عورت کے حق میں انتہائی حد تک خطرناک ثابت ہوا۔ وہ پبلک پراپرٹی بن گئی، اس کی ذات بالکل تنہا اور غیر محفوظ ہو کے رہ گئی اور اس کی عزت وناموس کھیل تماشا بن گئی۔

اسی لیے ہم مغرب کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہتے ہیں کہ تمہیں ہماری عورت کا خیال کرنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں، جاؤ اوراپنی لاوارث ولاچار عورت کی خبر لو جس کا تم نے چند ٹکوں کے عوض سب کچھ تباہ کر کے رکھ دیا ہے۔ ہماری عورت کو تمہارے پُرکشش نعروں والی وہ آزادی ہرگز نہیں چاہیے جس سے اس کا اسی طرح استحصال ہو جس طرح تمہارے ہاں ہو رہا ہے۔آج خود تمہارے اپنے مفکرین کہہ رہے ہیں کہ مغربی معاشرے میں سب سے زیادہ مظلوم عورتیں اور بچے ہیں۔۔تم نے تو اس کے سارے حفاظتی حصار چھین کراس کا بیڑہ غرق کر کے رکھ دیا ہے۔تفصیل حسب ذیل ہے:

(۱)تم نے عورت سے اس کی نسوانیت چھین لی،تم نے اس سے اس کی حیا چھین لی،تم نے اس سے خوف خدا چھین لیا،تم نے اس سے تقویٰ وطہارت چھین لیے،تم نے اسے ایک آوارہ اور بے باک عورت بنادیا، یہ سب بیش قیمت فطری اقدار اس سے چھین کر تم نے اس کے ہاتھ میں چند سکے پکڑا دیے جو اس کے دکھوں کا مداوا کرنے کے لیے کسی بھی طور پر کافی نہیں ہیں بلکہ مزید اضافہ کرنے والے ہیں۔اسے اس کی اقدار واپس لوٹانی ہوں گی۔

(۲)تم نے اس کے گھریلو حفاظتی نظام کو مکمل طور پر ناکارہ کردیا۔اس کے ماں باپ گھر میں شرم وحیا سے عاری نظر آتے ہیں، اس کے بہن بھائی ہر طرح کی حدود وقیود

سے آزاد پھرتے ہیں، اس کا اپنا لباس بالکل محدود و مختصر ہو چکا ہے، رہی سہی کسر انٹرنیٹ، میڈیا اور موبائل کی آوارگی نے نکال دی۔ وہ ہر طرح کے رابطوں اور دوستیوں کے لیے با اختیار ہے، نہ اس پر کوئی روک ٹوک ہے نہ کوئی قدغن۔

(۳) تم نے نکاح کو غیر ضروری قرار دے کر اس سے مقدس رشتوں کا حصار چھین لیا۔ پھر اگر یہ رشتے کہیں کہیں موجود ہوں بھی تو انہیں ایک دوسرے سے بے گانہ کر دیا۔ اب وہ اپنی بقاء کی جنگ ان سہاروں کے بغیر اکیلی لڑ رہی ہے اور در در کے دھکے کھا رہی ہے۔ کروڑوں کی بھیڑ میں بھی وہ تنہا کھڑی ہے، کوئی اس کا والد نہیں جو اس کے لیے بے لوث سائبان بن سکے۔ کوئی اس کا شوہر نہیں جو اس کے لیے بے غرض پاسبان بن سکے۔ کوئی اس کا بھائی نہیں جو اس کے لیے بے طمع قربان ہو سکے۔ تمہیں اس کے تحفظ کے لیے یہ مقدس رشتے بہر صورت اسے واپس لوٹانے ہوں گے۔

(۴) تم نے اس سے چادر اور چار دیواری چھین لیں، اسے بالکل بے پردہ اور بے لباس کر دیا، اسے تعلیم و ملازمت کے نام پر ہر ایرے غیرے مرد کے ساتھ لا بٹھایا، تم نے اسے سائن بورڈز اور اسکرین پہ ہوس کی نگاہوں کا نشانہ بنا دیا، تم نے اسے ناگفتہ بہ لباس میں بسوں اور جہازوں میں میزبان بنا دیا۔ تم نے اسے برابری کا جھانسہ دے کر مردوں کی طرح کمانے کی ذمے داریاں بھی دے دیں اور ماں کی ذمے داریاں بھی اسے تن تنہا نبھانی پڑیں۔ ظالمو! تم نے یہ کیا کیا!!!

(۵) تم نے عورت سے غیر مردوں کے دور رہنے کا حصار بھی چھین لیا۔ اللہ تعالیٰ نے مردوں کو پابند کیا تھا کہ وہ عورتوں کی طرف نگاہ اٹھا کر بھی نہ دیکھیں لیکن جب تم عورت کو آزادی کے نام پر بے پردہ، ننگے سر، نیم برہنہ، چست لباس، نمایاں بدن، شوخ مزاج، کھلے بالوں اور زیب و زینت کے ساتھ گھر سے باہر نکال لائے اور اوپر سے انٹرنیٹ، میڈیا کے ذریعے ہر طرح کے بدترین عریاں مناظر بھی عام کر دیے تو پھر لازمی نتیجے کے طور پر جنسی جذبات میں اشتعال بھی پیدا ہوا اور ضبط کے بندھن بھی ٹوٹے، مرد ہوس کے پجاری

بھی بنے اور عورت غلط نگاہوں کا نشانہ بھی بنی، اس کے ساتھ بدتمیزی کے مظاہرے بھی ہوئے اور اس کی عزت بھی داؤ پہ لگی، غلط کاریاں بھی بڑھیں اور جنسی جرائم میں بھی اضافہ ہوا۔ تو اے مغرب کے شیطانو! حقیقت یہ ہے کہ تم نے عورت کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا۔

(۶) تم نے عورت سے حدود و تعزیرات کا حصار بھی چھین لیا۔ تم نے ان سزاؤں کو جو اللہ تعالیٰ نے عورتوں کی عزت و ناموس کی حفاظت کے لیے مقرر کی تھیں پروپیگنڈہ کر کے ظالمانہ و وحشیانہ کہا اور سیاسی دباؤ ڈال کر انہیں معطل کروا دیا، اب جنسی درندوں کو مزید چھوٹ مل گئی اور وہ بے دھڑک عورتوں کو ذلیل و خوار کرنے لگے۔

ان پر تہمتوں کی بوچھاڑیں ہوئیں مگر کوئی ان کی خبر گیری کرنے نہ آیا، ان کے بوائے فرینڈز نے انہیں زیادتی کا نشانہ بنا کر قتل کر دیا مگر کوئی ان کی دادرسی کو نہ آیا، ان کا دفاتر میں افسرانِ بالا نے استحصال کیا مگر کہیں ان کی شنوائی نہ ہوئی، انہیں قدم قدم پہ جنسی طور پہ ہراساں کیا گیا مگر کسی نے اس کا نوٹس نہ لیا۔ اگر اسلام کے تمام حصار قائم رہتے اور حدود و تعزیرات کا نظام نافذ ہوتا تو نوبت یہاں تک آنے ہی نہ پاتی۔ پس انسانیت کو ایک مرتبہ پھر سب کے سب خدائی حصاروں کو بحال کر کے عورت کے تحفظ کو یقینی بنانا ہوگا۔

(8) حقوق نسواں (الف):

(عمومی حقوق۔۔ماں کے حقوق)

(1) یہ ایک زندہ حقیقت ہے کہ عورت کو اس کا اصل اور جائز مقام صرف اور صرف اسلام ہی دیتا ہے' جو عزت، تقدس اور حقوق اسے یہاں حاصل ہیں باقی دنیا میں کہیں بھی حاصل نہیں۔ اسلام میں کچھ تو عورتوں کے عمومی حقوق ہیں اور کچھ بحیثیت ماں، بیوی، بیٹی، بہن کے علیحدہ ہیں۔ عمومی حقوق حسب ذیل ہیں:

عورتوں کے عمومی حقوق:

وہ ''زندگی'' کا مکمل حق رکھتی ہے، اگر کوئی شخص اسے جان بوجھ کر قتل کردے تو اس سے قصاص لیا جائے گا۔۔ وہ بھی مرد کی طرح بنی نوع انسان ہونے کے ناطے پوری پوری عزت و تکریم کی حق دار ہے۔۔ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کا مکمل حق رکھتی ہے، اسے فرائض شرعیہ کی تکمیل سے کوئی بھی شخص نہیں روک سکتا۔۔ وہ مرد کی طرح جائیداد کی مالک بننے کا حق رکھتی ہے۔۔ وہ حق رکھتی ہے' اگر وہ غیر شادی شدہ ہے تو اس کا خرچ باپ کے' ورنہ بھائی کے ذمے ہے اور اگر وہ شادی شدہ ہے تو اس کا خرچ شوہر کے ذمے ہے۔۔ وہ حق رکھتی ہے کہ اپنے ملکیتی مال کو جیسے چاہے جائز طریقے سے خرچ کرے، کسی کی کفالت اس کی ذمے داری نہیں ہے۔۔ وہ اپنے حسب حال تعلیم حاصل کرنے کا حق رکھتی ہے۔ ان میں اسلامی علوم اور امور خانہ داری کو خاص اہمیت حاصل ہے، لیکن وہ دیگر علوم بھی حاصل کر سکتی ہے بشرطیکہ اس سے اس کی شرعی ذمہ داریوں میں کوئی حرج واقع نہ ہو، نیز حصول تعلیم میں وہ شرعی حدود کی پابندی اختیار کرے۔۔ وہ شادی کا حق رکھتی ہے، جس میں اس کی پسند کا خیال رکھا جانا بھی ضروری ہے، اگر اس کی بچپن میں شادی کردی گئی تو بالغ ہونے کے بعد وہ ناانصافی کے خلاف آواز بلند کرنے کا حق رکھتی ہے۔۔ وہ اپنے جملہ قانونی حقوق کے نفاذ کے حصول کا حق رکھتی ہے۔۔ وہ آزادی کا حق رکھتی ہے، نہ اسے کوئی خرید سکتا ہے، نہ

فروخت کر سکتا ہے اور نہ ہی حبس بے جا میں رکھ سکتا ہے۔۔وہ حسب ضرورت واجازت محفوظ نقل وحرکت کا حق رکھتی ہے۔۔وہ کسی بھی معاملے میں جائز تنقید کا حق رکھتی ہے۔۔وہ اللہ تعالیٰ کے حرام کردہ ہر طرح کے کاموں سے بچنے کا حق رکھتی ہے۔۔وہ جملہ معاملات میں معقول اختلاف رائے کا حق رکھتی ہے۔۔وہ اپنی عفت وعصمت کے تحفظ کا حق رکھتی ہے۔۔وہ ظلم وزیادتی کی صورت میں اپنا مقدمہ عدالت لے جانے کا حق رکھتی ہے۔۔وہ خرید وفروخت، لین دین، ہبہ واجارہ وغیرہ معاملات میں معاہدوں کا حق رکھتی ہے۔۔وہ کسی بھی قسم کے ناروا تشدد سے تحفظ کا حق رکھتی ہے۔۔وہ ہر طرح کے حسن سلوک وحسن معاشرت کا حق رکھتی ہے۔۔وہ قریبی رشتے داروں کی جائیداد میں وراثت کا حق رکھتی ہے۔۔وہ مختلف معاملات میں گواہ بننے کا حق رکھتی ہے۔۔وہ طلاق یا بیوگی کی صورت میں نکاح ثانی کا حق رکھتی ہے۔۔وہ ملک کے سیاسی معاملات میں اپنی دانشمندانہ اور ماہرانہ رائے کا حق رکھتی ہے۔۔وہ مفید قسم کے مضامین اور کتابیں لکھنے کا حق رکھتی ہے۔۔وہ عورتوں کے اجتماعات میں شرکت اور اظہار خیال کا حق رکھتی ہے۔

ماں کی عظمت:

(2) اسلام میں بحیثیت ماں عورت کا مقام اتنا بلند ہے کہ اگر اس کے حوالے سے اسلام کے چودہ سو سالہ لٹریچر کا مطالعہ کیا جائے تو حیرت کی انتہا نہ رہے۔قرآن وحدیث میں جو ماں کی عظمت بیان ہوئی ہے اس کی کوئی مثال نہیں ملتی، اسے اولاد کی جنت ودوزخ قرار دیا گیا ہے۔آج کے اس گئے گزرے دور میں بھی ہمارے معاشروں میں ماں کی عزت ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ہم اس کی تعریف میں کتابیں لکھتے ہیں، مضامین چھاپتے ہیں، نظمیں تحریر کرتے اور انہیں ترنم سے سنتے سناتے ہیں، تقریریں کرتے ہیں۔بہت سے لوگ اپنی ماؤں کو یاد کر کے آب دیدہ ہو جاتے ہیں۔

اسلامی عقیدے کے مطابق ماں تو ماں ہوتی ہے، نہ اس کے لیے بڑا خاندان ضروری ہے نہ اعلیٰ تعلیم، نہ ظاہری حسن ضروری ہے نہ عہدہ ومنصب۔وہ اولوالعزم نبیوں کی

ماں ہو یا عام امتیوں کی، شریعت کے علی الاطلاق مجتہدوں کی ماں ہو یا سادہ مقلدوں کی، کشور کشا سکندروں کی ماں ہو یا غریب و بے نوا عامیوں کی، اس کا اپنا ایک مرتبہ ہے جو کسی کا بھی مرہون منت نہیں۔ ماں بذات خود ایک کائنات ہے جس کے جلو میں رب کی رحمت، قدرت اور ربوبیت کے مظاہر چمکتے ہیں۔ زمانے بھر کی محبتیں اس کی محبت کے سامنے ہیچ ہیں۔ صدارت، وزارت کے عہدے اس کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ دنیا جہان کے مربعے فیکٹریاں اس کی ممتا کے سامنے کوئی وقعت نہیں رکھتیں۔

ماں کی دعا شیوخ زمانہ کی دعاؤں سے عظیم تر، ماں کے جوتے قیصر و کسریٰ کے ایوانوں سے جلیل تر، ماں کی تعریف بڑے بڑے ایوارڈوں سے عزیز تر، ماں کا جھریوں بھرا چہرہ رنگ و بو کے تمام شہ کاروں سے حسین تر، ماں کا پیار دنیا بھر کے پیاروں سے فائق تر، ماں کی گود ہزاروں قیمتی بچھونوں سے نفیس تر، ماں کا آنچل بڑے بڑے مضبوط قلعوں سے محفوظ تر، ماں کی لوری روئے زمین کے تمام جھرنوں سے خوب تر، ماں کا پنگھوڑا دھرتی کے تمام جھولوں سے لطیف تر، ماں کا سبق زمانے بھر کے سبقوں سے روشن تر۔

ماں کے حقوق:

(3) اسلام میں ماں اور باپ دونوں کے حقوق اکثر اکٹھے بیان کیے جاتے ہیں۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ ہم پر ان کے کیا کیا حقوق ہیں:

ادب و احترام ماں باپ کا بہت بڑا حق ہے خواہ وہ سگے ہوں، سوتیلے ہوں یا رضاعی۔ ان سے آگے چلنا، انہیں پیٹھ کرنا، ان کی طرف پاؤں پسارنا، ان کا نام لے کر بلانا، انہیں دُکھانے والے الفاظ بولنا، انہیں برا بھلا کہنا یا ان کے نام کو بٹہ لگانا ناجائز ہے۔ ان کا گستاخ و نافرمان بہت بڑا فاسق و فاجر، پرلے درجے کا خبیث، انتہائی ملعون اور دنیا و آخرت میں عذاب کا حق دار ہے، اس کی کوئی بھی عبادت قبول نہیں، اس کے پیچھے نماز جائز نہیں، وہ حسب جرم سخت عدالتی سزا کا مستحق ہے، اس کے ساتھ کسی بھی قسم کا تعلق رکھنا ممنوع ہے، اس کے بے ایمان ہو کر مرنے کا شدید خطرہ ہے۔

اطاعت و فرماں برداری بھی ماں باپ کا عظیم حق ہے ،انہیں اپنا آقا سمجھنا چاہیے۔ان کی ہر وہ بات ماننا ضروری ہے جو خلافِ شریعت نہ ہو، وہ جب بھی پکاریں لبیک کہتے ہوئے حاضر ہونا چاہیے۔اگر وہ دور رہتے ہیں تو ان سے ملاقات کے لیے جانا شرعی ذمے داری ہے۔ان کے ساتھ نرم لہجے میں بات کرنا اوران کی بارگاہ میں بچھ بچھ جانا براہ راست حکم ربانی ہے۔

پیار و محبت بھی ماں باپ کا ضروری حق ہے، اپنے دل میں ان کے لیے بے حد محبت کے جذبات رکھنے چاہییں ،ان کا احسان منداور شکر گزار رہنا چاہیے، انہیں صرف ایک بار بھی محبت کی نگاہ سے دیکھنا کامل حج کا ثواب رکھتا ہے،ان کے آنے پہ ان کے لیے کھڑا ہو جانا نیکی کا کام ہے،ان کی قدم بوسی باعث اجر و ثواب ہے۔

خدمت بھی ماں باپ کا لازمی حق ہے، اس کا ثواب نفلی حج و جہاد سے بڑھ کر ہے۔ان کی خدمت کے لیے نوافل چھوڑ دینے چاہییں ۔جو کچھ اپنے لیے پسند ہو ان کے لیے بھی وہی پسند کرنا چاہیے ۔انہیں ہر طرح سے راحت پہنچانی چاہیے ۔ان کے کہے بغیر ان کی جملہ ضروریات کا خیال رکھنا چاہیے۔(خدمت کی فقہی تفصیل اگلے پوائنٹ میں ملاحظہ ہو۔)

ماں باپ خواہ غیر مسلم ہی کیوں نہ ہوں ان کے ساتھ بھی بہر حال حسن سلوک کرنے کا حکم ہے ، پھر خدمت میں ماں کا حق زیادہ ہے اورادب و احترام میں باپ کا۔۔خدمت کی مثال ایسے ہے کہ اگر دونوں کو چار ہزار پیش کرنے ہیں تو تین ہزار ماں کو دیے جائیں اورایک ہزار باپ کو۔اگر دونوں نے پانی طلب کیا ہے تو پہلے ماں کو پلایا جائے پھر باپ کو۔۔ادب و تعظیم کی مثال ایسے ہے کہ ماں کے ساتھ بے تکلفی سے بھی بات کی جا سکتی ہے لیکن باپ کے ساتھ زیادہ بے تکلفی کی اجازت نہیں۔

(4) اسلام میں والدین کی خدمت ایک اہم ترین شرعی فریضہ بھی ہے اور دنیا و آخرت کی سعادت بھی ۔اگر اولاد کو بنیادی ضروریات زندگی میسر ہوں تو خدمت کے محتاج والدین

کو چھوڑ کر دوسرے شہروں یا ملکوں میں جا کر رہنا جائز نہیں، الا یہ کہ ان کی مکمل خدمت کا بندوبست کر دیا جائے اور وہ اس پر راضی بھی ہوں۔

اگر والدین تنگ دست ہوں تو ان کا نفقہ اولاد کے ذمے واجب ہے، اولاد کے لیے جائز نہیں کہ وہ انہیں کمانے پر مجبور کرے اگرچہ وہ کمانے پر قادر ہوں۔۔ اور اگر وہ خود کفیل ہوں تو اولاد پر اگرچہ ان کا نفقہ واجب تو نہیں لیکن پھر بھی دعائیں لینے اور آخرت سنوارنے کے لیے اخلاقی طور پر ان کی زیادہ سے زیادہ خدمت بجالانا لازم ہے۔

والدین کی خدمت بیٹا بیٹی دونوں پر واجب ہے، خواہ وہ شادی شدہ ہوں یا غیر شادی شدہ۔۔ اگر والدین شادی شدہ بیٹی کی خدمت کے محتاج ہوں اور اس کے علاوہ ان کا کوئی خدمت گار نہ ہو تو اس پر شوہر کی اجازت سے ان کی خدمت واجب ہے، شوہر کو بھی خوش دلی سے اس کی اجازت دے دینی چاہیے۔ اور اگر وہ اجازت نہ دے تو بیٹی کی بروز قیامت گرفت نہیں ہوگی۔

اولاد کے لیے اپنے والدین کو نکاحِ ثانی سے روکنا جائز نہیں۔ اور اگر باپ اپنی زوجۂ ثانیہ (اولاد کی سوتیلی ماں) کے اخراجات کی ادائیگی پر قادر نہ ہو تو مال دار اولاد پر اس کے اخراجات بھی واجب ہیں۔

اولڈ ایج ہاؤسز اسلام کے مزاج سے مطابقت نہیں رکھتے، ضرورت مند والدین کی خدمت اولاد پر، اور اگر وہ نہ ہو تو وارث رشتے داروں پر فرض ہے۔ لہذا خود ان کی خدمت نہ کرنا اور انہیں اولڈ ایج ہاؤسز میں رہائش دلا دینا جائز نہیں ہے۔

ہاں! اگر ایسی کوئی صورت درپیش ہے کہ نہ تو اولاد موجود ہے اور نہ ہی وارث رشتے دار، یا موجود تو ہیں لیکن بوجہ تنگ دستی ان کے حقوق ادا کرنے کی شرعی قدرت نہیں رکھتے تو پھر کسی مستند مفتی سے اجازت لے کر انہیں اولڈ ایج ہاؤس منتقل کیا جاسکتا ہے۔ لیکن پھر بھی یہ ذمے داری برقرار رہتی ہے کہ ان سے مسلسل ملاقات اور خبر گیری کرتے رہیں۔

(5) اسلام تو وہ عظیم مذہب ہے جو وفات کے بعد بھی ماں باپ کے حقوق لازمی قرار

دیتا ہے۔۔اولاد پر لازم ہے کہ ان کی وفات کے بعد پورے اہتمام کے ساتھ ان کے غسل، کفن، نماز جنازہ اور تدفین کے انتظامات کرے۔۔ان کے لیے باقاعدگی سے مغفرت کی دعائیں مانگتی رہے۔۔انہیں نیک اعمال اور صدقہ وخیرات کا ثواب پہنچاتی رہے' بہتر ہے کہ ہر نیک عمل کا ثواب انہیں اور تمام مسلمانوں کو پہنچادے۔۔ان کی امانتیں اور قرض کی جلد از جلد ادائیگی کو دونوں جہانوں کی سعادت سمجھے، اگر خود ہمت نہ ہوتو رشتے داروں اور مخیرّین سے مدد لے۔۔اگر ان کے ذمے کوئی فرائض شرعیہ باقی ہوں تو ان کی ادائیگی کی کوشش کرے، مثلاً حج نہ کیا ہوتو حج بدل، نماز روزہ زکوٰۃ عشر ادا نہ کیے ہوں تو ان کے کفارے۔۔ان کی جملہ جائز وصیتوں کو حتی الامکان پورا کرے، تہائی مال سے زیادہ کی وصیت کی ہوتو بہتر ہے کہ اتفاقِ رائے سے یا اپنے پلے سے اس کی تکمیل کرے۔۔اپنے متعلق ان کی ہر پسند وناپسند کی پابند رہے الا یہ کہ اس میں کوئی شرعی حرج واقع ہو۔۔ہر جمعہ ان کی قبر پر حاضر ہو اور سورۂ یٰسین پڑھ کر ایصالِ ثواب کرے، جب بھی قبر کے پاس سے گزرے تو سلام وفاتحہ کا اہتمام کرے۔۔ان کے جملہ رشتے داروں سے عمر بھر نیک سلوک کرے۔۔ان کے دوستوں سے ہمیشہ اعزاز واکرام سے پیش آئے۔۔کسی کے ماں باپ کو برا کہہ کر انہیں برا نہ کہلوائے۔۔گناہوں کے کام کر کے انہیں قبر میں تکلیف نہ پہنچائے۔

فکر مغرب:

اسلام میں تو عورتوں کے حقوق کا تعین وہ خدا کرتا ہے جو عورتوں سمیت ہر ہر چیز کا خالق و مالک ہے نیز ہر ہر چیز کے نتائج وعواقب سے بھی خوب واقف ہے۔لیکن مغربی تہذیب میں ان حقوق کا تعین خواہشات نفس کے بندے فلاسفرز، قانون دان اور حکمران اپنی محدود اور ناقص عقلوں سے کرتے ہیں۔اسی لیے وہ راہِ راست سے بھٹک چکے ہیں اور افراط وتفریط کا شکار ہیں۔

اسلام تو عورت کو کمائی کی مشین بنانے کی بجائے بحثییت عورت باوقار طریقے سے چادر و چار دیواری میں باپردہ طور پر جینے کا حق دیتا ہے،لیکن مغربی تہذیب اس سے اس

کا یہ حق چھین کر اسے مردوں جیسی زندگی گزارنے پر مجبور کرتی ہے۔ وہ اسے حقوق کے نام پر غلط طریقے سے گائیڈ کر کے طرح طرح کے نقصانات سے دوچار کرتی ہے۔ اب جو عورت سارا سارا دن یا ساری ساری رات باہر کی ڈیوٹیاں دے کر تھکی ہاری واپس آئے گی وہ امورِ خانہ داری کو کیسے سنبھال پائے گی؟ جو دفتروں، بسوں اور جہازوں میں طرح طرح کے لوگوں کا دل لبھا کے آئے گی وہ شوہر اور بچوں پہ کتنی محبتیں نچھاور کر سکے گی۔ اب خود سوچیے کہ کون سی عورت آزادی اور آسانی میں ہے؟۔ دھکے کھا کھا کر خود کمانے والی یا وہ جسے گھر بیٹھے باعزت طریقے سے سب کچھ ملتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ مغربی تہذیب نے آزادی کے نام پر عورت کی آزادی چھین لی ہے اور ''خود جینے'' کے نام پر اسے جیتے جی مار ڈالا ہے۔ اس نے عورت کو عظیم خدا سے دور اور عبادت کی نعمت سے محروم کر دیا ہے۔ اسے مقدس رشتوں کی خدمت کی بجائے ہر ہرا یرے غیرے نتھو خیرے کی خدمت پہ لگا دیا ہے۔ اس سے ماں کا عظیم، مقدس اور حسین روپ چھین کر ملازمہ، استقبالیہ، سیکرٹری اور شوپیس کا معمولی، گھٹیا اور نازیبا روپ دے دیا ہے۔

پس ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ باطل مغربی تہذیب نے عورت کی ممتا گم کر دی، اس کا گھر گرہستی کا کردار ختم کر دیا، اس کے سر سے آنچل کھینچ لیا، اس کو شفقت و محبت سے محروم کر دیا، اس کی عفت و عصمت کو داؤ پر لگا دیا، اس کے حسن کو تماشا بنا دیا، اس کی جوانی کو کھلونا بنا دیا، اس کے جسم کو کھلواڑ بنا دیا اور اسے محفلوں کا دھندہ بنا دیا۔ ہم لعنت بھیجتے ہیں مغربی تہذیب کے اس شیطانی کردار پر!!!

(9) حقوق نسواں (ب):

(بیوی، بیٹی اور بہن کے حقوق)

بیوی کی عظمت :

(1) عورت کا دنیا میں جو سب سے پہلا رشتہ وجود میں آیا وہ بیوی کا تھا۔ اسلام میں بیوی کا رشتہ بھی انتہائی معزز و محترم ہے۔ اسلام بیوی کو آنکھوں کی ٹھنڈک، دنیا کی سب سے قیمتی متاع، نصف ایمان، دوزخ سے نجات کا ذریعہ اور اس کے ساتھ حسن سلوک کرنے والے کو دنیا کا بہترین انسان قرار دیتا ہے۔

حضور ﷺ پر سب سے پہلے آپ کی بیوی ایمان لائیں، خوشبو اور بیوی آپ کی پسندیدہ چیزوں میں سے ہیں، آپ نے حجۃ الوداع کے عالمی خطبے میں بیویوں کے بارے میں نیک سلوک کا حکم ارشاد فرمایا، اللہ تعالیٰ نے آپ کی ازواج کو ساری امت کی مائیں قرار دیا، آپ کی زندگی کی آخری نصیحت بیویوں کا خیال رکھنے کے متعلق تھی، آپ کا وصال مبارک اپنی بیوی کی گود میں ہوا، آج بھی آپ جس بلند پایہ جگہ پہ آرام فرما رہے ہیں وہ آپ کی زوجہ محترمہ کا حجرہ ہے۔ آپ گھر کے کام کاج میں اپنی بیویوں کا ہاتھ بٹاتے تھے، بیماری میں تیمارداری کرتے تھے، ان کے ساتھ ہنسی مزاح فرماتے تھے، آپ نے کبھی بھی اپنی کسی بیوی کو نہیں مارا، آپ نے اپنی بیوی کے ساتھ باقاعدہ دو مرتبہ دوڑ کا مقابلہ کیا۔

بیوی کے حقوق:

اسلام نے بیویوں کے باقاعدہ شرعی حقوق مقرر فرمائے اور انہیں ادا نہ کرنے پر آدمی کو گناہ گار و دوزخ کا حق دار قرار دیا۔ یاد رہے کہ یہ حقوق کوئی چند مہینوں سالوں کے نہیں بلکہ زندگی بھر کے ہیں، یہ چہرے کی رنگت، قامت کی درازی یا صحت کی عمدگی وغیرہ کی بنیاد پر نہیں بلکہ بیوی ہونے کی بنیاد پر ہیں۔ مزید یہ کہ ان سب حقوق کے بدلے میں مرد کے لیے کسی قسم کا کوئی مالی معاوضہ بھی نہیں ہے۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ اسلام بیویوں کو کیا کیا

حقوق عطا فرماتا ہے۔

(2) بیوی کے معاشی حقوق میں سے ہے کہ مرد اسے شادی کے وقت ایک معقول مالیت کا حق مہر ادا کرے۔۔شادی کے بعد اس کو معقول رہائش ،اچھا کھانا پینا ،بہترین لباس، مناسب علاج، سامانِ زیب و زینت ، سفر خرچ، جیب خرچ وحسب توفیق دیگر ضروریات وسہولیات فراہم کرے۔۔اخراجات کے معاملے میں نہ تو کنجوس بنے اور نہ ہی فضول خرچ۔۔ بیوی خواہ کروڑوں کی مالک ہو تب بھی اس کے اخراجات مرد ہی کے ذمے ہیں۔۔نیز یہ بھی بیوی کا حق ہے کہ اسے سب کچھ رزق حلال سے مہیا کرے۔

دنیا کے تمام مسلمان معاشروں میں عام طور پر بیویوں کے اخراجات شوہروں سے بڑھ کر، ان کے لباس شوہروں سے زیادہ قیمتی، ان کے سامانِ زیب وزینت شوہروں سے زیادہ مہنگے اوران کے علاج شوہروں سے بھاری بھرکم ہوتے ہیں، جنہیں شوہر ہنسی خوشی برداشت کرتے ہیں۔

شریعت تو بیوی کا اس حد تک خیال رکھنے کا حکم دیتی ہے کہ اگر شوہر کے لیے آسانی سے ممکن ہو تو وہ بیوی کے لیے بہترین تعمیر شدہ مکان ، پکے پکائے کھانے ، سلے سلائے کپڑے اور گھریلو ملازمین تک کا بھی انتظام وانصرام کرے۔

(3) بیوی کے معاشرتی حقوق میں سے ہے کہ شوہر اسے مار پیٹ سے گریز کرے۔۔ گالی گلوچ اور توہین وتحقیر سے اجتناب کرے۔۔ بات بات پہ غصہ نہ کرے، غصہ آ جائے تو کنٹرول کرے۔۔ چیخنے چلانے سے بچے۔۔ پکارنے پہ فوری جواب نہ ملے تو بدتمیزی کا مظاہرہ نہ کرے۔۔ ناقابل برداشت کاموں کا حکم نہ دے۔۔بے جا سختیوں، ناجائز پابندیوں اور غلط سلط تنقیدوں سے دور رہے۔۔مناسب ہنسی مذاق کرتا رہے۔۔ بیماری پریشانی کے مواقع پر دل جوئی کرے۔۔اس کی خوبیوں پہ نظر رکھے اور غلطیوں کی کھوج میں نہ رہے۔۔ ہوٹلوں جیسے اعلیٰ پکوانوں کا خواہش مند نہ رہے۔۔ بدن اور لباس کو صاف ستھرا رکھے۔۔ زیبائش اختیار کرے اور میلا کچیلا رہنے سے بچے۔۔ گھر کے کاموں میں اس کا

ہاتھ بٹائے ۔۔ اس کی جائز فرمائشیں پوری کرے۔۔ اس کے اچھے مشوروں کا احترام کرے۔۔اس کے میکے تعلق والوں سے حسن سلوک کرے اور انہیں غلط لفظوں سے یاد نہ کرے۔۔اس کے لیے اپنی مصروفیات میں سے وقت نکالے۔۔اس کی صحت کا خیال رکھے۔۔جو کچھ خود کھائے وہی اس کو کھلائے ۔۔اپنے رویے اور اخلاق و کردار کو بہتر سے بہتر بناتا رہے۔۔مصروف و متحرک رہے، بے کار و معطل ہو کے نہ بیٹھے۔۔اس کے ماں باپ اگر قریب رہتے ہیں تو ہفتے بعد ورنہ مہینے بعد ملاقات کا موقع فراہم کرے۔۔اسے سیر و تفریح پہ لے جائے ،حتی کہ اگر وہ فوت ہو جائے تب بھی اس کا ذکر اچھے لفظوں سے کرے۔

(4) بیوی کے اخلاقی حقوق میں سے ہے کہ شوہر اسے بحیثیت دوست کے سمجھے۔۔ اسے محبت کے ساتھ اور اچھے نام سے پکارے۔۔مسکرا کے دیکھے،نرم اور میٹھے لہجے میں بات کرے۔۔اسے خوش رکھنے کی کوشش کرے خواہ اس کے لیے غلط بیانی سے ہی کیوں نہ کام لینا پڑے۔۔سختی و نرمی میں میانہ روی اختیار کرے۔۔اس کے دیے ہوئے معمولی سے معمولی تحفے کی بھی تعریف کرے۔۔اس پر اعتماد قائم رکھے اور شکوک و شبہات کا اظہار نہ کرے۔۔ اس کی خامیوں اور غلطیوں سے درگزر کرے ۔۔اس کی بد اخلاقیوں اور ناراضیوں پر صبر و تحمل کا مظاہرہ کرے۔۔اس کے کاموں کا قدر دان رہے اور حوصلہ افزائی کرے۔گاہے گاہے اس کے لیے تعریفی کلمات بولتا اور شکریہ ادا کرتا رہے۔۔اگر وہ کسی بات پہ معذرت کرے تو اسے قبول کرے۔۔ کپڑوں دھونے اور کھانے پکانے وغیرہ کے سلسلے میں کوتاہی ہو جائے تو نرمی سے سمجھائے۔۔ صورت و سیرت پہ طعنہ زنی نہ کرے۔۔اس سے غیر عورتوں کے تذکرے نہ کرے۔۔ اس سے بدگمان نہ ہو۔۔اس سے فحش کلامی نہ کرے۔۔ ماں بہن کی شکایت پہ اسے جھاڑ نہ پلادے۔۔زیادہ تر اپنے کام خود کرنے کی کوشش کرے۔۔ آرام کا خیال رکھے، چھوٹے چھوٹے کاموں کے لیے نیند سے ہرگز نہ جگائے ۔۔اگر وہ گھر کے دیگر کاموں میں مصروف ہو یا بیمار ہو یا موڈ آف ہو

تو اس پہ آرڈر نہ چلائے۔

(5) بیوی کے متفرق حقوق میں سے ہے کہ شوہر اسے فرائض شرعیہ نماز روزہ وغیرہ کی ادائیگی سے بالکل منع نہ کرے، بلکہ حکم دے۔۔ اسے شرعی کاموں کی تلقین اور غیر شرعی کاموں سے روکتا رہے۔۔ اس سے پردے کا اہتمام کروائے۔۔ اسے تعلیم و تربیت کے مواقع فراہم کرتا رہے۔۔ مذہبی محافل میں جانے کی اجازت بلکہ ترغیب دے۔۔ اس کی عزت و ناموس کی حفاظت کرے۔۔ اس پہ ظلم و زیادتی ہرگز نہ کرے۔۔ اگر کسی بھی قسم کی حق تلفی ہو جائے تو سچے دل سے معافی مانگے۔۔ اعتدال کے ساتھ حقوقِ زوجیت ادا کرتا رہے۔۔ اگر وہ تفویض طلاق کی شرط پر نکاح کرنا چاہے تو کم از کم ایک طلاق بائن کا حق دینے میں حرج نہیں۔۔ ایک سے زائد بیویاں ہوں تو ان میں ہر ہر لحاظ سے عدل و انصاف کرے۔۔ طلاق دینے میں جلد بازی ہرگز نہ کرے، بلکہ آخری دم تک مصالحت کی جدوجہد کرے، اگر مجبوراً طلاق دینی پڑے تو حسن سلوک کا دامن ہرگز ہرگز نہ چھوٹنے پائے۔۔ وہ خلع لینا چاہے تو عمدگی سے معاملے کو منطقی انجام تک پہنچائے۔۔ خدانخواستہ علیحدگی ہو جائے تو عورت بیٹے کو سات سال اور بیٹی کو نو سال کی عمر تک اپنے پاس رکھ سکتی ہے، جس کے اخراجات مرد کے ذمے ہیں، وہ ان کی خوش اسلوبی سے ادائیگی کرتا رہے اور وقتاً فوقتاً بچوں سے ملتا رہے۔

بیٹی کی عظمت :

(6) اسلام عورت کو بحیثیت بیٹی بھی عظیم تر حقوق سے نوازتا ہے۔ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے جب اپنی مخلوق کو بیٹے بیٹیاں دینے کی بات کی تو بیٹیوں کا ذکر بیٹوں سے پہلے فرمایا۔ حضور ﷺ کے بیٹے بچپن میں ہی وفات پا گئے تھے لیکن بیٹیاں تا حیات آپ کی نگاہِ شفقت میں رہیں، بلکہ عام معمول سے ہٹ کر آپ کی یہ خصوصیت ہے کہ آپ کی پاک نسل بھی آپ کی بیٹی حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے چلی۔ جب آپ ﷺ کی بیٹی آپ کے پاس آتیں تو آپ ان کے لیے کھڑے ہو جاتے۔

بیٹیوں کی پیدائش پہ افسردہ ہونا سخت قابل مذمت ہے۔ بیٹیوں کی اچھی تربیت ماں باپ کے لیے دوزخ سے رکاوٹ اور جنت میں جانے کا سبب بنے گی۔ بیٹیوں کی پرورش کا ثواب بیٹوں سے زیادہ ہے۔ اسے قیامت کے روز سرکار ﷺ کا خاص قرب حاصل ہوگا۔

بیٹیوں کے حقوق:

(7) بیٹوں اور بیٹیوں کے بعض حقوق مشترک ہیں، پہلے وہ ملاحظہ ہوں:

بچے (بیٹا بیٹی) کے پیدا ہوتے ہی اس کے دائیں کان میں چار بار اذان اور بائیں کان میں تین بار تکبیر کہی جائے۔۔ کسی میٹھی چیز کھجور شہد وغیرہ کی گھٹی لگائی جائے، کیونکہ اس کے بھی اثرات مرتب ہوتے ہیں، ہو سکے تو گھٹی کسی عقل مند، اہل علم، متقی پرہیز گار بندے سے لگوائی جائے۔۔ ساتویں، چودھویں یا اکیسویں دن بیٹی کی طرف سے ایک بکری اور بیٹے کی طرف سے دو بکروں کا عقیقہ کیا جائے۔۔ سر کے بال اتروائے جائیں اور ان کے ہم وزن چاندی صدقہ کی جائے۔۔ سر پر زعفران لگایا جائے۔۔ بچے کا پیارا سا اسلامی نام رکھا جائے کہ اچھے نام کے بھی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔۔ عرفی نام غلط الفاظ کا نہ رکھا جائے۔

انہیں مارنے، برا کہنے سے احتیاط کی جائے۔۔ فرمائشیں مناسب طور پہ پوری کی جائیں۔۔ ہر طرح سے حفاظت کی جائے۔۔ رزق حلال کھلایا جائے۔۔ اپنی خواہشات کو ان کی خواہشات کے تابع رکھا جائے۔۔ مناسب ہنسی مذاق اور پیار محبت کا اہتمام کیا جائے۔۔ تعلیم دینے میں نرمی کا لحاظ رکھا جائے۔۔ حسبِ موقع مناسب ڈانٹ ڈپٹ کی جائے۔۔ منہ پہ مارنے سے گریز کیا جائے۔۔ کھیل کود کا موقع فراہم کیا جائے۔۔ بری صحبت سے بچایا جائے۔۔ فلموں ڈراموں، گانوں باجوں اور عشقیہ فسقیہ ناولوں کے قریب بھی نہ پھٹکنے دیا جائے۔۔ ناچ کود کے فنکشنوں سے کلیتاً دور رکھا جائے۔

یاد رہے کہ بیٹے کے بالغ ہونے تک اور بیٹی کی شادی ہونے تک ان کی جملہ

ضروریات زندگی روٹی' کپڑا' مکان' علاج وغیرہ ان کا شرعی حق ہیں، نیز اولاد کی بہترین دینی، تعلیمی، نفسیاتی، اخلاقی، معاشی، معاشرتی، نظافتی، دفاعی، جنسی اور عائلی تربیت بھی ان کے حقوق میں سے ہیں۔ (اس پر ہمارا مقالہ ''اسلام کا نظام تربیت اولاد'' ملاحظہ ہو۔)

(8) اب صرف بیٹیوں کے حقوق ملاحظہ ہوں:

بیٹیوں کی پیدائش پر ناخوشی کا اظہار ہرگز ہرگز نہ کیا جائے بلکہ اسی طرح خوشی کا اظہار کیا جائے اور مبارک باد دی جائے جس طرح بیٹوں کی پیدائش پر کرتے ہیں۔۔ انہیں سلائی کڑھائی اور کھانا پکانا سکھایا جائے۔۔ سورۂ نور کی تعلیم دی جائے۔۔ ان کی دل جوئی اور خاطر داری کی جائے۔۔ انہیں کوئی بھی چیز دی جائے تو بیٹوں کے برابر دی جائے، مزید یہ کہ پہلے انھیں دی جائے اور پھر بیٹوں کو۔

انہیں تنہا اور بے پردہ باہر نہ نکلنے دیا جائے۔۔ گھر میں انھیں خوبصورت لباس اور جیولری وغیرہ پہنائے جائیں۔۔ ہم پلہ، ہم مسلک اور نیک صالح رشتہ ملنے پر نکاح میں قطعاً تاخیر نہ کی جائے۔۔ انہیں جائیداد سے محروم کرنے کی خواہش ہرگز نہ رکھی جائے' بلکہ ان کی وراثت کو یقینی بنایا جائے۔۔ تحفے تحائف اور پیسے وغیرہ دینے میں بیٹوں اور بیٹیوں کے درمیان بالکل فرق روا نہ رکھا جائے اور مکمل مساوات کا مظاہرہ کیا جائے۔

بھن کی عظمت:

(9) عورت کا ایک خوب صورت ترین فطری روپ بہن کا ہے۔ بہن خواہ سگی ہو، سوتیلی ہو یا رضاعی اسلام اسے اس قدر حقوق سے نوازتا ہے کہ اس کی کہیں اور مثال نہیں ملتی۔

حضورﷺ کی رضاعی بہن حضرت شیما جب آپ سے ملنے آتیں تو آپ ان کی اس حد تک عزت افزائی کرتے کہ ان کے لیے کھڑے ہو جاتے، چادر بچھاتے، حال احوال پوچھتے، ان کا ہر طرح سے خیال رکھتے اور ان کی ضرورت کے بارے میں استفسار کرتے۔

بھن کے حقوق:

(10) بہنوں کے حقوق میں سے ہے کہ ان کے ساتھ محبت بھرا حسن سلوک کیا

جائے۔۔بڑی ہوں تو ماں اور چھوٹی ہوں تو بیٹی کا درجہ دیا جائے۔۔انہیں ہر طرح سے تحفظ فراہم کیا جائے۔۔انہیں اچھے اخلاق کے ساتھ راضی رکھا جائے۔۔انہیں ڈانٹنے، مارنے اور گالیاں دینے سے گریز کیا جائے۔۔ان کی حصے کی چیزیں ہڑپ کرنے سے بچا جائے۔۔ان کی تعلیم وتربیت میں والدین کا ہاتھ بٹایا جائے۔۔بیمار ہوں تو ان کی تیمارداری کی جائے۔۔امید اور حجت کے ساتھ کوئی بات کہیں تو اسے پورا کیا جائے۔۔مشورہ طلب کریں تو پرخلوص اور درست مشورہ دیا جائے۔۔ان کی عدم موجودگی میں بھی ان کی خیر خواہی کی جائے۔۔ان کی غلطیوں کوتاہیوں کو معاف کیا جائے۔۔ان کی بدسلوکیوں کو نظر انداز کیا جائے۔۔ان کے لیے بھی وہی کچھ پسند کیا جائے جو اپنے لیے پسند کیا جائے۔۔اگر والد وفات پا جائے تو ان کی والد کی طرح پوری پوری کفالت کی جائے۔۔ان کی شادیوں میں رکاوٹ پیدا نہ کی جائے۔

شادی کے بعد بھی ان کی خبر گیری کی جائے۔۔رابطے بحال رکھے جائیں ۔۔انہیں کوئی مسئلہ درپیش ہو تو حل کیا جائے۔۔دکھ سکھ میں شرکت کی جائے۔۔انہیں وراثت سے محروم کرنے کے حیلے بہانے نہ کیے جائیں۔۔سوائے شرعی وجوہات کے تین دن سے زائد ہرگز ہرگز قطع تعلقی نہ کی جائے۔۔معاملات میں ان کی جائز سفارش کو قبول کیا جائے۔۔ملنے آئیں تو ان کی خاطر داری کی جائے۔۔واپس جائیں تو تحفے دے کر روانہ کیا جائے۔۔ان کی اولاد کو انھیں جیسی محبت دی جائے۔۔اگر وہ وفات پا جائیں تو ان کی تجہیز و تکفین وغیرہ معاملات میں پُرخلوص شرکت کی جائے۔

نوٹ: بہنوں کے حقوق صلہ رحمی میں آتے ہیں، باقی رشتے داروں کے ساتھ بھی اسی طرح صلہ رحمی کرنے کا حکم ہے۔

(11) عورت کے مذکورہ حقوق ملاحظہ کرنے کے بعد ہم پوری ذمے داری کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ اسلام نے اسے جتنے حقوق دیے ہیں اتنے نہ کسی اور نے دیے ہیں اور نہ ہی دے سکتا ہے بلکہ ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہوں گے کہ دنیا کے تمام مذاہب و اقوام میں آج

اگر عورت کو کچھ مقام حاصل ہے تو اس کی بنیادی وجہ بھی اسلام ہی ہے، کیونکہ جب ایک بہت بڑا مذہب اپنی عورتوں کو اتنے زیادہ حقوق دے رہا ہے تو پھر لازماً اس کے مثبت اثرات دیگر مذاہب و اقوام پر بھی لازماً مرتب ہوتے ہیں۔ پھر یہ بھی ذہن میں رہے کہ ہم نے عورت کو یہ حقوق کوئی آج کل نہیں دیے بلکہ چودہ صدیاں پہلے اس وقت سے دیتے چلے آ رہے ہیں جب کہ عورت دنیا کی نظروں میں جوتے جیسی حیثیت رکھتی تھی۔

لہذا ہمارا یہ بالکل مبنی بر حقیقت دعویٰ ہے کہ اگر اسلام عورت کو زندگی کا حق نہ دیتا تو وہ زندہ در گور ہوتی رہتی۔۔ اگر اسلام عورت کو عدل و انصاف کا حق نہ دیتا تو وہ ظلم و ستم کی چکی میں پستی رہتی۔۔ اگر اسلام عورت کو وراثت کا حق نہ دیتا تو وہ خود وراثت بن کر تقسیم ہوتی رہتی۔۔ اگر اسلام عورت کو رحمت ہونے کا حق نہ دیتا تو باپ اس کی پیدائش پر شرمندہ ہوتا رہتا۔۔ اگر اسلام عورت کو آزادی کا حق نہ دیتا تو وہ خلیفۂ وقت کے سامنے اس کی ذات پر تنقید کی جرأت کبھی نہ کرتی۔۔ اگر اسلام عورت کو قصاص و دیت کا حق نہ دیتا تو وہ دیوتاؤں کی بھینٹ چڑھتی رہتی۔۔ اگر اسلام عورت کو اپنے ذاتی وجود کا حق نہ دیتا تو وہ شوہر کے ساتھ ستی ہوتی رہتی۔۔ اگر اسلام عورت کی طلاقوں کو تین تک محدود نہ کرتا تو وہ سینکڑوں ہزاروں طلاقوں کے دھکے کھاتی رہتی۔

فکر مغرب:

مغربی تہذیب میں بیوی، بہن، بیٹی کے رشتے فضول قرار پائے ہیں اور ان حیثیتوں سے ان کے حقوق بھی تقریباً معطل ہو کے رہ گئے ہیں۔ وہاں انہیں صرف ریاستی حقوق حاصل ہیں۔ انہیں گھر سے باہر نکالنے اور ریاست کی جھولی میں ڈالنے کے لیے یہ سبق پڑھایا گیا کہ بیوی، بہن، بیٹی بن کے رہنا تمہارے ساتھ ظلم اور تمہاری صلاحیتوں کو زنگ آلود کرنے کے مترادف ہے۔۔ اس کی بجائے عورتوں کے دائرے سے نکل کر مردوں کے دائرے میں داخل ہونا تمہارا حق ہے۔۔ مردوں جیسا لباس پہننا تمہارا حق ہے۔۔ فوج پولیس اور مختلف دفاتر میں بھرتی ہونا تمہارا حق ہے۔۔ طرح طرح کی گیمز کھیلنا اور ناچ گانا

تمہارا حق ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

جب عورت کو اس کے یہ حقوق سمجھائے گئے تو لازمی نتیجے کے طور پر اسے گھریلو حقوق سے دست بردار ہونا پڑا، کیونکہ یہ سارے حقوق باہر رہ کر ہی مل سکتے ہیں گھر رہ کر نہیں۔ بیوی، بہن، بیٹی والے حقوق تو تبھی ملیں گے جب وہ گھر پر رہے گی، جب اس نے گھر کو ہی خیر باد کہہ دیا تو یہ سارے حقوق بھی خود بخود ختم ہو گئے۔ اب وہ خود کمائے اور کھائے، ماں باپ یا شوہر کے ساتھ رہنے کی بجائے تنہا رہے، جنسی تسکین کے لیے فرینڈ شپ کے نام پر جہاں مرضی منہ مارلے، بچے پیدا کرنے کا شوق ہے تو جنم دے کے خود پالتی پھرے۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ سب کچھ عورت کی فطرت کے ساتھ بہت بڑا ظلم ہے۔ اس سے جہاں خاندانی نظام تباہی سے دوچار ہوتا ہے وہاں خود عورت بھی ہزاروں قسم کی تکلیفوں، بیماریوں اور بے چینیوں کا شکار ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی فطرت بیرونی دنیا کی بجائے گھر میں رہنے اور امور خانہ داری کے موافق بنائی ہے۔ لہٰذا اس کو گھر سے باہر نکال کر مغربی تہذیب نے اس کی فطرت کو کچل ڈالا ہے۔

اس وقت مغرب میں شادی کی شرح بہت زیادہ گھٹ گئی ہے جبکہ ناجائز بچوں کی شرح بہت زیادہ بڑھ گئی ہے۔ عورت سے بغیر شادی بچے پیدا کر کے اُسی کے حوالے کر دیے جاتے ہیں، وہ بے چاری خود کما کما کے انہیں پالتی ہے۔ اوپر سے طلاقوں کی نہ رُکنے والی آندھی علیحدہ سے چلی ہوئی ہے، ٹینشن، ڈیپریشن اور خودکشیوں میں اضافہ ہو گیا ہے، بچے انواع واقسام کی پیچیدگیوں کا شکار ہیں۔

عورت کو گھر سے باہر نکالنے کا مغربی فلسفہ یہ ہے کہ جب عورتیں بھی مردوں کے ساتھ مل کر بیرونی کاموں میں حصہ لیں گی تو معاشرے کو سرمائے کے حصول کے لیے دو کی بجائے چار ہاتھ میسر آ جائیں گے، لیکن یہ بالکل جھوٹا اور شیطانی فلسفہ ہے کیونکہ اس طرح معاشرہ بالآخر عورت و مرد کے چار تو کیا خود مردوں کے دو ہاتھوں سے بھی محروم ہو جاتا ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ جب عورت گھر سے باہر نکلے گی تو نکاح کے سب بندھن خود

بخود ختم ہو جائیں گے۔ پھر لازمی نتیجے کے طور پر بچوں کی پیدائش اور پرورش بھی متأثر ہوگی، جس سے معاشرے کو جوان خون (young blood) ملنا کم ہو جائے گا، نوجوانوں کی تعداد کم اور بوڑھوں کی تعداد میں اضافہ ہوگا، اور انجام کار معاشرے کو سرمائے کے لیے عورت و مرد کے چار ہاتھوں کی بجائے صرف مردوں کے دو ہاتھ بھی میسر نہ رہیں گے۔ اس وقت مغرب اسی قحط سے دوچار ہے۔

پس معلوم ہوا کہ معاشرے کی بھلائی اسی میں ہے کہ عورت کو چادر، چار دیواری اور نکاح کی نعمتوں سے محروم نہ کیا جائے تاکہ وہ معاشرے کو تربیت یافتہ نوجوان نسلیں مہیا کر کے اس کی ترقی میں اپنے حصے کی عظیم تر ذمے داری بحسن و خوبی سرانجام دیتی رہے۔

(10) فرائض نسواں

(1) انسانیت کا وجود عورت کے بغیر ناممکن ہے، کوئی بھی فرد اس کو چھوڑ کر دنیا میں قدم نہیں رکھ سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی فطرت اور ذمے داری انسانیت کو وجود میں لانا اور اس کی محفوظ پرورش کرنا بنائی ہے۔ بچے جنم دینا اور انہیں یک سوئی سے پالنا کوئی آسان کام نہیں، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اسے کمانے کی فکر سے مکمّل طور پر بے نیاز کر کے گھر گرہستی کا ذمے دار بنا دیا۔ گھر کے اندرونی معاملات جس طرح ایک عورت چلا سکتی ہے اس طرح کوئی مرد نہیں چلا سکتا۔ گھر کا نظم وضبط، صفائی ستھرائی اور ترتیب وتزئین وغیرہ خالصتاً نسوانی ذوق ہے اور یہ کام وہی بہتر طور پر سرانجام دے سکتی ہے۔ اسی طرح بچوں کی پرورش، دیکھ بھال، تربیت، ذہن سازی اور شخصیت کی تعمیر بھی عورت ہی بہتر طور پر کر سکتی ہے۔

حدیث پاک میں ہے: "**والمرأة راعية فی بیت زوجها و ولده**" یعنی عورت اپنے شوہر کے گھر کے جملہ امور کی ذمے دار ہے۔ یہاں ذمے داری کا مطلب مرد کے بعد گھر پہ اس کی حکومت ہے جس کی وہ عنداللہ وعندالناس جواب دہ ہے۔

(2) اگر ایک عورت کی اوسط عمر ساٹھ سال فرض کریں تو پہلے بیس سال پرورش، پڑھنے لکھنے اور گھریلو امور سیکھنے کے ہو گئے، اگلے بیس سال شادی، بچے جنم دینے اور انہیں پالنے پوسنے میں گزر گئے، جبکہ بقیہ بیس سال ان کی شادیوں وغیرہ میں صرف ہو گئے۔ ان میں پہلے بیس سال وہ ماں باپ کی شہزادی بن کے رہتی ہے، اگلے بیس سال گھر کی ذمے دار ملکہ بن کے رہتی ہے اور ان سے اگلے بیس سال وہ آل اولاد کی مطلق مخدومہ بن کے رہتی ہے۔

(3) جس طرح مرد شرعی احکام کا پابند ہے اسی طرح عورت بھی ان کی پابند ہے۔ جس طرح عورت کے کچھ حقوق ہیں اسی طرح اس کے کچھ فرائض بھی ہیں۔۔ یہ بالکل غیر فطری بات ہے کہ کسی کے اتنے زیادہ حقوق تو ہوں مگر اس کے فرائض بالکل نہ ہوں۔ لہذا جب اسلام عورت کو اتنے حقوق دیتا ہے تو اس سے کچھ فرائض کا تقاضا بھی کرتا ہے۔

جس طرح اس کو اسلام کے دیے ہوئے حقوق فطری ہیں بالکل اسی طرح اس کے فرائض بھی فطری ہیں۔ کوئی ایک بھی فرض ایسا نہیں ہے جو ایک عقل سلیم رکھنے والی عورت کی فطرت کے خلاف ہو۔۔ پھر یہ بھی ذہن میں رہے کہ کسی کو حقوق اسی وقت میسر آتے ہیں جب وہ اپنے فرائض پورا کرتا ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے فرائض سرانجام دینے سے انکار کردے تو پھر وہ حقوق کا حق دار بھی نہیں رہتا۔

(4) عورت کے اسلامی اور مغربی حقوق و فرائض میں ایک بنیادی فرق یہ بھی ہے کہ مغرب عورت کو تجارتی سرمایہ قرار دے کر اس سے بطورِ فرائض غیر فطری کاروباری مقاصد حاصل کرتا ہے اور بدلے میں اسے چند حقیر سکوں وغیرہ کے حقوق پیش کرتا ہے، جبکہ اسلام عورت کو مقدس سرمایہ قرار دے کر اس سے بطور فرائض فطری خاندانی مقاصد حاصل کرتا ہے اور بدلے میں اسے دنیا میں بھی طرح طرح کے حقوق سے نوازتا ہے اور آخرت میں جنت کی بشارت بھی دیتا ہے۔

(5) اسلامی شریعت میں جتنا زیادہ حقوق کے حاصل کرنے پر زور دیا گیا ہے اس سے کہیں زیادہ فرائض کی ادائیگی پہ زور دیا گیا ہے، جب ہر بندہ اپنے فرائض ادا کرلے گا تو اگلے بندے کے حقوق خود بخود ادا ہو جائیں گے، قیامت کے دن فرائض ادا نہ کرنے والے کو سزا دی جائے گی اور جس کی حق تلفی ہوئی ہوگی اس کا ازالہ کیا جائے گا۔ شریعت کا ایک اصول یہ بھی ہے کہ جب تک بندوں کے فرائض پورے نہ کرلیے جائیں تب تک خدا کے فرائض بھی قبول نہیں ہوتے۔ لہٰذا عورت ہو یا مرد' دونوں کو اپنے فرائض کی ادائیگی کے بارے میں فکر مند رہنا چاہیے۔

آیئے دیکھتے ہیں کہ اسلام عورت سے کون کون سے فرائض کا تقاضا کرتا ہے۔

عورت کے عمومی فرائض:

(6) عورت کے عمومی فرائض میں سے ہے کہ وہ بلا ضرورت و اجازت گھر سے باہر نہ نکلے۔۔ اس کے لیے قطعاً جائز نہیں کہ وہ کسی غیر مرد کے ساتھ تنہائی اختیار کرے۔۔ اس

کے لیے محرم کے بغیر 92 کلو میٹر یا اس سے زائد کا سفر ممنوع ہے، ہاں چھوٹے سفر یا خریداری وغیرہ کے لیے جانا ہو تو اپنے پردے کا خاص خیال رکھے۔۔اس کے لیے غیر مردوں کے ساتھ اختلاط (میل جول) ناجائز ہے۔۔اس کے لیے ضروری ہے کہ اپنی خوبصورتی کو چھپائے، بناؤ سنگھار کر کے بے پردہ گھر سے باہر نہ نکلے، بڑی چادر یا برقعے سے اپنے آپ کو ڈھانپ لے، چہرے کا بھی پردہ کرے۔

اس کے لیے ضروری ہے کہ اس کا لباس نہ تو باریک ہو اور نہ ہی بہت تنگ، بلکہ ایسا ہو جس سے اس کا جسم نمایاں نہ ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی عورت پہ لعنت فرمائی جو باریک و چست لباس میں یا خوشبو لگا کر یا کھلی زیب و زینت کر کے یا مردوں جیسا لباس پہن کے باہر نکلے۔۔اس کی چال چلن اور گفتگو میں بھی آداب کا لحاظ بہت ضروری ہے۔ زیورات کی جھنکار، جوتوں کی آواز اور لہکتے مٹکتے ہوئے چلنا ممنوع ہے۔ مردوں کے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے اس کا لہجہ لوچ دار نہیں بلکہ تلخ ہونا چاہیے۔

بیوی کے فرائض کی نوعیت:

(7) شریعت کی بہت سی ذمے داریاں ایسی ہیں کہ اگر انہیں ادا نہ کیا جائے تو آخرت میں تو بہر حال گرفت ہوگی ہی، لیکن ان کے سلسلے میں حکومت اور عدالت کو بھی مداخلت کا حق دیا گیا ہے، جبکہ بعض ذمے داریاں ایسی ہیں جن کی عدم ادائیگی پر حکومت اور عدالت کو تو مداخلت کا حق نہیں ہے لیکن قیامت کے دن ان کے بارے میں ضرور گرفت ہوگی۔

بیوی کے حوالے سے جو شوہر کی ذمے داریاں ہیں ان میں سے اکثر ایسی ہیں جن کے نہ ملنے پر وہ عدالت کا دروازہ کھٹکھٹا سکتی ہے، مثلاً روٹی، کپڑا، مکان، مہر، عدل و انصاف، حسن سلوک، خلع، ازدواجی تعلق وغیرہ۔ لیکن شوہر کے حوالے سے جو بیوی کی ذمے داریاں ہیں ان میں سے اکثر ایسی ہیں جن کے نہ ملنے پر وہ عدالت کی طرف رجوع نہیں کر سکتا، کیونکہ اس کو طلاق کا اختیار حاصل ہے۔

(8) شوہر بیوی کے جس اہم ترین فرض کے سلسلے میں اس کے خلاف عدالت جا سکتا

ہے، وہ اس کا شوہر کے ساتھ اس کی مرضی کے مطابق رہنا اور بسنا ہے، اگر وہ اپنی اس ذمے داری میں کوتاہی کی مرتکب ہوتی ہے تو شوہر کو عدالت کی طرف رجوع کرنے کا حق حاصل ہے۔ البتہ اس کے علاوہ بیوی کی جو اکثر ذمے داریاں ہیں ان کی پوری پوری بازپرس قیامت کے دن ہوگی، حکومت یا عدالت کا ان میں کوئی خاص کردار نہیں۔

دنیا میں بیوی کی ایسی ذمے داریوں کی عدم ادائیگی اور جھگڑے کی صورت میں اسلام کی طرف سے خاندان کے بڑوں کو اپنا کردار ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو عورت کے گھریلو امور کا تھانے کچہریوں میں زیر بحث آنا پسند نہیں ہے۔

(9) بیوی کی ذمے داریوں کا مطالعہ کرتے ہوئے یہ بھی ذہن میں رہے کہ مغربی تہذیب کے شیاطین اپنی عورتوں کو ایئر ہوسٹس، بس ہوسٹس بنا کر چند ٹکوں کے عوض سینکڑوں ہزاروں مردوں کو اٹنڈ کرنے کی ذمے داریاں سکھاتے ہیں، پھر یہ نوکریاں بھی انہیں ان کی خوبصورتی کو سامنے رکھ کر دی جاتی ہیں اور کشش قائم رہنے کی محدود مدت تک کے لیے ہوتی ہیں۔۔ جبکہ اسلام نے اس کے برعکس بیوی کوئی محدود مدت کے لیے نہیں بلکہ تاحیات ہوتی ہے، اسے زبردست قسم کے قانونی حقوق دیے جاتے ہیں اور بدلے میں اس سے صرف شوہر اور گھر کی ذمے داریوں کا تقاضا کیا جاتا ہے۔

اب ذیل میں مختلف عنوانات کے تحت بیوی کے فرائض لکھے جاتے ہیں، یہ عنوانات سہولت کے لیے مقرر کیے گئے ہیں۔۔ ''فرائض'' کا لفظ ذمے داریوں کے معنیٰ میں ہے جن میں سے کچھ تو سخت تاکیدی ہیں اور کچھ عمومی طور پر گھر کے ماحول کو خوش گوار رکھنے کے لیے ہیں۔

بیوی کے فرائض (ذمے داریاں):

(10) بیوی کی اصولی ذمے داریوں میں سے ہے کہ وہ شوہر کی تعظیم و تکریم بجالائے، کیونکہ شرعاً عورت پر سب سے زیادہ حق شوہر کا ہے اور مرد پر سب سے زیادہ حق اس کی ماں کا ہے، لہذا عورت کا فرض ہے کہ وہ شوہر کو اپنے والد سمیت سب لوگوں پہ ترجیح دے اور اس

کی بادب رہے۔شوہر کے ساتھ بدتمیزی کرنا،اس کے آگے بولنا یااس کی توہین وتذلیل کرنا سخت منع ہے۔۔اس کا فرض ہے کہ وہ شوہر کی ہر جائز بات کو ماننے اوراس کی فرماں بردار رہے۔۔یہ بھی اس کی اصولی ذمے داریوں میں سے کہ وہ اولاد کی بہترین پرورش اور تربیت کرے۔۔(اس پر ہمارا مقالہ ''اسلام کا نظامِ تربیت اولاد'' ملاحظہ ہو۔)

(11) بیوی کی عباداتی ذمے داریوں میں سے ہے کہ وہ جملہ شرعی احکام پہ عمل پیرا رہے، نماز روزہ کی پابندی کرے، حقوق اللہ اور حقوق العباد کا خیال رکھے۔۔فرض علوم، تربیتی کورسز اور دینی محافل کے ذریعے اپنے علم میں خوب خوب اضافہ کرتی رہے۔۔خود بھی نیکی پہ قائم رہے اور شوہر کو بھی ترغیب دیتی رہے، اپنے اور اس کے عیوب کی اصلاح کی طرف متوجہ رہے۔۔ ہمہ وقت ذکر و درود میں مصروف رہے۔۔اگر گھر میں نامحرم رشتے دار رہتے ہوں تو ان سے مناسب فاصلہ اور پردہ رکھے۔۔گھر سے باہر پردے کے بغیر نہ جائے، راستے میں نگاہیں جھکا کے چلے۔۔اپنی پاک دامنی کی حفاظت کرے۔۔غیر مردوں کی تعریف سے بچے۔۔جھوٹ، حسد، غیبت، تکبر وغیرہ سے دور رہے۔۔جادو ٹونے کے قریب تک نہ پھٹکے۔۔بلا وجہ شرعی طلاق مانگنے کو حرام جانے۔۔شوہر کی اجازت کے بغیر کسی غیر محرم کو گھر نہ آنے دے اور نہ ہی رابطہ رکھے۔

(12) بیوی کی اخلاقی ذمے داریوں میں سے ہے کہ وہ حسن اخلاق کی پیکر ہو۔۔شوہر کی دل سے قدر کرے۔۔اس سے محبت رکھے۔۔اس کی وفادار وخیر خواہ رہے۔۔چہرے پہ مسکراہٹ سجائے رکھے۔۔بات نرم لہجے سے کرے۔۔گفتگو میں مٹھاس اور شیرینی رکھے۔۔اگر وہ تحفہ دے تو اس پر خوشی کا اظہار کرے خواہ کم قیمت ہی کیوں نہ ہو۔۔گھر کے جملہ افراد کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آئے۔۔اپنے اندر حوصلہ اور برداشت پیدا کرے۔۔بے صبری، جلد بازی اور ناشکری سے بچے۔۔مذاق اڑانے، منہ چڑانے، نقل اتارنے، نام بگاڑنے اور سن گن کرنے سے دور رہے۔

(13) بیوی کی تہذیبی ذمے داریوں میں سے ہے کہ وہ شکی مزاج نہ ہو۔۔بدگمانی اور

عیب جوئی نہ کرے۔۔شوہر کو اس کے عیوب و نقائص پہ عار نہ دلائے۔۔چلا چلا اور غرا غرا کر نہ بولے ۔۔جلی کٹی نہ سنائے۔۔ زبان درازی سے بچے ۔۔اپنی خوبیوں پہ نہ اِترائے۔۔شوہر کی صورت وسیرت پہ طعنہ زنی نہ کرے۔۔کسی کی رِیس نہ کرے۔۔ دوسروں کو حقیر نہ جانے۔۔ضد اور ہٹ دھرمی سے پرہیز کرے۔۔منہ پھلانے بسورنے کی عادت ترک کردے۔۔اپنی غلطی فوراً مان لے اور ایک ہی غلطی بار بار کرنے سے بچے۔

(14) بیوی کی معاشی ذمے داریوں میں سے ہے کہ وہ مالی معاملات کی اچھی فہم پیدا کرے۔۔شوہر ذمے لگائے تو آمد و خرچ کا حساب رکھے۔۔اس سے اس کی آمدنی کا حساب نہ مانگے ۔۔گھر اور مال کی حفاظت کرے۔۔گھر کی چیزیں بلا اجازت کسی کو نہ دے۔۔کنجوسی اور فضول خرچی دونوں سے بچے۔۔شوہر پہ قرض اٹھانے کی نوبت نہ آنے دے۔۔آمدنی سے زیادہ خرچ نہ مانگے۔۔استطاعت سے بڑھ کر فرمائشیں نہ کرے۔۔ ملازمین رکھنے کی توفیق نہ ہو تو اصرار نہ کرے۔۔جو کچھ شوہر کے پاس موجود ہے اسی پہ صبر و شکر کے ساتھ گزارا کرے۔

نوٹ:وہ اپنے ذاتی ملکیتی مال کو جیسے چاہے اپنے گھر، والدین اور دیگر نیک کاموں پہ خرچ کرسکتی ہے۔اس سلسلے میں اس پر کسی کو زور زبردستی حاصل نہیں ہے۔

(15) بیوی کی معاشرتی ذمے داریوں میں سے ہے کہ وہ خود کو نفرت و کراہت والے امور سے پاک رکھے۔۔شوہر کی احسان مند و شکر گزار رہے۔۔اس کو ستانے سے بچے۔۔ اس کی خامیوں کو نظر انداز کرے۔۔اس کی بدسلوکی کا جواب حسن سلوک سے دے۔۔اس کی خوشی ناراضی والے امور کا لحاظ رکھے۔۔وہ پریشان ہو تو دل جوئی کرے نہ کہ مزید دل دکھائے۔۔وہ ناراض ہو تو اس کو فوراً منائے اگر چہ وہی قصوروار ہو۔۔اس کی ڈانٹ ڈپٹ اور غصے پر خاموشی اختیار کرے۔۔جس حد تک ممکن ہو ظلم و زیادتی پہ صبر کرے۔۔اس کی رائے کا احترام کرے۔۔اسے بہترین مشورے دے۔۔جب وہ باہر سے آئے تو اسے خوش آمدید کہے اور اس کی مزاج پرسی کرے۔

(16) بیوی کی جنسی ذمے داریوں میں سے ہے کہ وہ اپنے طور طریقوں سے شوہر کو اپنی طرف مائل رکھے۔۔ ہمہ وقت زیب وزینت اور طہارت ونظافت کے ساتھ رہے۔۔ گھر، سامان، بستر وغیرہ سب چیزوں کو صاف ستھرا رکھے۔۔ مردوں کی مشابہت یعنی ان جیسی عادات و اطوار اختیار کرنے سے بچے۔۔ حقوق زوجیت کے جملہ آداب کو ملحوظ خاطر رکھے۔۔ شوہر کے بلانے پہ بلا وجہ شرعی انکار نہ کرے۔۔ نفلی عبادت کو حقوق زوجیت میں رکاوٹ نہ بننے دے۔۔ پردے اور راز داری کے امور فاش نہ کرے۔

(17) بیوی کی خدماتی ذمے داریوں میں سے ہے کہ وہ گھریلو امور بروقت سرانجام دے۔۔ کھانا، کپڑے، صفائی وغیرہ امور کا اہتمام کرے۔۔ مہمانوں کی میزبانی کا انتظام کرے۔۔ ہو سکے تو سب کو کھلا پلا کر خود آخر میں کھائے۔۔ کام خواہ مشقت والا ہی کیوں نہ ذمے لگ جائے' تو منہ نہ بنائے۔۔ خود تکلیف اٹھا کر گھر والوں کو راحت پہنچائے۔۔ ساس سسر کی ماں باپ کی طرح عزت وخدمت کرے، ان کے ساتھ لڑائی جھگڑے سے بچے، ان کی طرف سے زیادتی ہو تو صبر کرے اور حکمت عملی سے کام لے۔

(18) بیوی کی تدبیری ذمے داریوں میں سے ہے کہ وہ گھر کے ماحول کو سمجھنے کی کوشش کرے۔۔ شوہر کو اپنے لیے اہم سمجھے اور اسے اس کا احساس دلاتی رہے۔۔ اس کی بات توجہ سے سنے، نہ تو بے توجہی برتے اور نہ ہی درمیان میں کاٹے۔۔ جھگڑے سے بچنے کی ترکیب کرتی رہے۔۔ بات بات پر روٹھنے اور میکے جا بیٹھنے سے سخت اجتناب کرے۔۔ اگر مشترکہ گھر میں رہتے ہوں تو بلا وجہِ شرعی علیحدہ گھر کا مطالبہ نہ کرے۔۔ سسرالی رشتے داروں پہ باتیں نہ بنائے۔۔ میکے سسرال دونوں جگہ ہر دل عزیز رہنے کی کوشش کرے۔۔ غیر ضروری معاملات میں مداخلت سے پرہیز کرے۔۔ خاموش رہے اور بے مقصد و بے ہنگم بولتے رہنے سے گریز کرے۔۔ حقیقت پسند بنے اور بے بنیاد باتیں نہ کرے۔۔ وقت بے وقت سوئے رہنے سے احتراز کرے۔۔ نکھٹو، پھوہڑ، سست اور کاہل نہ بنے۔۔ میکے میں سسرال کی اور سسرال میں میکے کی خامیاں بیان نہ کرے۔۔ ہر وقت اپنے میکے کے

قصیدے نہ پڑھتی رہے۔

فکر مغرب:

مغربی تہذیب میں عورتوں کو چونکہ خبیث قسم کی ریاستی ذمے داریاں سپرد کر دی گئی ہیں اس وجہ سے وہ گھریلو ذمے داریاں پوری کرنے کی اہل نہیں رہیں۔ جب بیرونی معاملات میں الجھا ہوا مرد اور تعلیم حاصل کر کے بچے گھر لوٹتے ہیں تو نہ مرد کو بیوی کی محبت بھری خدمت میسر آتی ہے اور نہ ہی بچوں کو ماں کی ممتا بھری خاطر داری۔ اسی طرح بزرگوں کے اولڈ ہاؤسز اور بچوں کے چلڈرن ہاؤسز خواہ کتنی ہی جدید ترین سہولیات سے آراستہ کیوں نہ ہوں وہ خاندانی محبتوں اور خدمتوں کے کسی بھی صورت متبادل نہیں ہو سکتے، یہ تو فقط کتوں کو روٹی ڈالنے کے مترادف ہے۔

ایک مسلمان عورت کی معقول ذمے داریوں کے برعکس مغربی عورت کی نامعقول ذمے داریاں کچھ اس طرح کی ہیں۔۔ وہ ایک جنسی چیز بن کر رہے۔۔ چہرے کے تأثرات اور جسمانی ادائیں شہوت انگیز ہوں۔۔ بے پردگی اور بے حجابی کی حالت میں رہے۔۔ باریک و چست لباس پہنے۔۔ ستر کے مقامات نمایاں رکھے۔۔ طرح طرح کے پروگراموں کی زینت بنے۔۔ قسم قسم کے کاروبار کرے۔۔ ڈرائیونگ کرے۔۔ نائٹ کلبوں کی رونق بڑھائے۔۔ الیکشن لڑے۔۔ پارلیمنٹ کا حصہ بنے۔۔ ریڈیو ٹی وی پر خبریں پڑھے۔۔ ٹک ٹاک، فیس بک وغیرہ پہ عریانی فحاشی پھیلائے۔۔ پرنٹ، الیکٹرانک و سوشل میڈیا پہ ناز و انداز دکھائے۔۔ فلم، ڈرامہ و تھیٹر انڈسٹری میں کام کرے۔۔ میوزک و ڈانس انڈسٹری میں تھرک تھرک کر ناچے۔۔ بڑے بڑے ہوٹلز میں طرح طرح کی ڈیوٹیاں سرانجام دے۔۔ اخباروں اور ڈائجسٹوں میں اپنے جسم کی نمائش کرے۔

مزید درج ذیل مواقع سے بھی فائدہ اٹھائے: انٹرنیٹ، کیبل۔۔ مخلوط ملازمتیں۔۔ کال گرلز۔۔ قحبہ خانے۔۔ ایئر ہوسٹس۔۔ بس ہوسٹس۔۔ حسن کے مقابلے۔۔ پورنوگرافی۔۔ ملبوسات و زیورات ماڈلنگ۔۔ برہنہ و نیم برہنہ تصویریں۔۔ فحش خاکے۔۔

بدکاری کی متعدد شکلیں ۔۔کھیلوں میں بے باکانہ شمولیت ۔۔میڈیا کے اشتہارات۔۔ کوایجوکیشن سسٹم ۔۔اینکر پرسنز۔۔مساج سنٹرز۔۔مختلف پروڈکٹس اور ہورڈنگ بورڈز پر رونمائی۔۔سوئمنگ پولز۔۔ساحل سمندر پروگرامز۔

یہ ہیں مغربی عورت کی ذمے داریاں، جو وہاں کے شیاطین نے اس کے سپرد کی ہیں،یعنی دنیا بھی تباہ اور آخرت بھی برباد۔

(11) متفرقات

عورتوں کے لیے آسانیاں:

اسلامی شریعت نے عورتوں کو ان کی طبعی نزاکت کی وجہ سے بہت سی رخصتیں بھی عطا فرمائی ہیں جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(1) ان پہ کمانا فرض نہیں ہے، اس طرح انہیں ان ہزاروں مشقتوں سے نجات مل گئی جو مردوں کو کمائی کی خاطر برداشت کرنی پڑتی ہیں۔۔ گھر کا سودا سلف وغیرہ لانے کی ذمے داری بھی ان کی نہیں ہے۔۔ فرض غسل میں مردوں کے لیے جسم کا ایک ایک بال تک کو دھونا واجب ہے، لیکن عورتوں کے بال اگر گندھے ہوئے ہوں تو صرف جڑوں تک پانی پہنچانا ضروری ہے، سارے بال کھول کر دھونا ضروری نہیں ۔۔ عذر کے دنوں میں ہاتھ وغیرہ دھو کر بچوں کو دودھ بھی پلا سکتی ہیں اور کھانا وغیرہ بھی پکا سکتی ہیں، نیز غسل لازم ہونے کی صورت میں بھی اگر مجبوری ہو تو ہاتھ دھو کر، کلی کر کے اور ناک میں اچھی طرح پانی ڈال کر مذکورہ کام سرانجام دے سکتی ہیں۔۔ عذر کے دنوں میں ان کے لیے نمازیں مکمل معاف ہیں، قضا کی بھی ضرورت نہیں جبکہ روزے فی الحال چھوڑ کر بعد میں قضا کرنے کا حکم ہے۔۔ حاملہ اور دودھ پلانے والی عورتوں کو بھی اگر شدید تکلیف کا غالب گمان ہو تو وہ روزہ مؤخر کر سکتی ہیں۔

(2) مزید یہ کہ ان پر مردوں کی طرح مسجد میں پانچ وقت حاضر ہو کر باجماعت نماز کی ادائیگی لازم نہیں ہے۔۔ جمعہ، عیدین اور جنازوں کے اجتماعات میں شریک ہونا واجب نہیں ہے۔۔ حج میں انہیں مردوں کی مانند دو سادہ چادروں کا پابند نہیں بنایا گیا بلکہ سلے ہوئے لباس کو ہی ان کا احرام قرار دے دیا گیا۔۔ انہیں دورانِ طواف رمل (اکڑ اکڑ کر چلنے) اور دورانِ سعی تیز چلنے سے استثنا دے دیا گیا ہے۔۔ ان کی زینت کو برقرار رکھنے کے لیے عمرے اور حج میں حلق (ٹنڈ) کی بجائے قصر (انچ برابر چوتھائی حصے کے بال کاٹنے) کی

آسانی دی گئی ہے۔۔عذروالی عورتوں کوطوافِ وداع چھوڑنے کی رخصت حاصل ہے۔

(3) انہیں مرض، حمل، نفاس یا رضاعت کی وجہ سے حدود(سزاؤں) کے نفاذ میں مناسب تاخیر کی رعایت دی گئی ہے۔۔مرتد ہوجانے کی صورت میں مردوں کے لیےتوقتل کی سزا ہے مگران کے لیے قید کی۔۔ان پر جہاد(جنگیں لڑنا) بھی فرض نہیں ہے۔۔شادی میں ان کی رضالازمی ہے۔۔منگیترکوایک نظر دیکھ لینے کی اجازت ہے۔۔صرف اپنی ذات برادری(کاسٹ) میں ان کی شادی ضروری نہیں ہے۔۔مزید بچوں کی پیدائش میں اتفاق رائے سے بوجوہ مناسب وقفہ رکھنے کی اجازت ہے۔۔شدید جانی وجسمانی نقصان کا خطرہ ہوتو تولیدی صلاحیت مستقل ختم کرنے کی گنجائش بھی موجود ہے۔

(4) اگر شوہر بنیادی ضروریات زندگی کے سلسلے میں کنجوسی کرتا ہوتو صرف ضروریات کی حدتک بلا اجازت اس کا مال اٹھا کر خرچ کرنے کی اجازت ہے۔۔اپنی صحت برقرار رکھنے کے لیے باپردہ ایکسرسائز اور سیر وتفریح نہ صرف جائز بلکہ بہتر ہے۔۔سونے اور ریشم کا استعمال مردوں کے لیے ناجائز ہے مگران کے لیے جائز ہے۔۔فرض دینی علوم کی خاطر حدود وقیود کی پابندی کے ساتھ مناسب وقت کے لیے گھر سے باہر جاسکتی ہیں۔۔شوہر کی اجازت سے حدود وقیود کی پابندی کے ساتھ ملازمت بھی کرسکتی ہیں۔

مثالی مسلمان عورت: اچھے اوصاف

(5) ایک مثالی مسلمان عورت درج ذیل اچھے اوصاف کی حامل ہوتی ہے:

وہ اپنے رب کے ساتھ کچھ اس طرح کا تعلق رکھتی ہے کہ کسی بھی لمحے اس کی بندگی سے قدم باہر نہیں رکھتی۔۔نماز پنجگانہ باقاعدگی سے ادا کرتی ہے،نوافل بکثرت پڑھتی ہے۔۔رات کی تنہائیوں میں رب کے حضور سجدہ ریز ہوتی ہے۔۔رمضان کے فرض روزے بالکل ترک نہیں کرتی، گاہے گاہے نفلی روزے بھی رکھتی ہے۔۔زکوٰۃ فرض ہوتو اس کی ادائیگی میں دیر نہیں کرتی، نفلی صدقہ وخیرات کرتی رہتی ہے۔۔صاحب استطاعت ہوتو حج وعمرے کی سعادت حاصل کرتی ہے۔۔کسی اجنبی کے ساتھ خلوت نشینی اختیار نہیں

کرتی۔۔شرعی حجاب کی پابندی کرتی ہے۔۔مرد وعورت کے اختلاط والی جگہوں سے اجتناب کرتی ہے۔۔غیر محرموں سے مصافحہ نہیں کرتی۔۔اللہ کی تقدیر پہ راضی رہتی ہے ۔۔توبہ واستغفار کرتی رہتی ہے۔۔تلاوت قرآن اور ذکر و درود میں مشغول رہتی ہے۔۔ بھلے کاموں کی ترغیب دیتی ہے، برے کاموں سے منع کرتی ہے۔۔ سچ بولتی ہے اور جھوٹ سے بچتی ہے۔۔ ہر معاملے میں اللہ تعالیٰ پر توکل کرتی ہے۔۔رب کی نعمتوں پر شکر گزار رہتی ہے۔۔دنیا سے بے رغبت اور آخرت کی طرف متوجہ رہتی ہے۔

(6) اپنی ذات کا کچھ اس طرح سے خیال رکھتی ہے کہ اپنی ذمے داریوں کا بھرپور احساس کرتی ہے۔۔ ہر وقت ہوش وحواس میں رہتی ہے۔۔دل ودماغ کو حاضر رکھتی ہے ۔۔کھانے پینے میں اعتدال برتتی ہے۔۔جسمانی صحت کے لیے ورزش کا اہتمام کرتی ہے ۔۔جسم اور کپڑے پاک صاف رکھتی ہے۔۔ چہرے اور دانتوں کی صفائی کا خیال رکھتی ہے ۔۔اپنے بال سنوار کے رکھتی ہے۔۔مناسب زیب وزینت کا اہتمام کرتی ہے۔۔اپنے علم وفن میں اضافہ کرتی رہتی ہے۔۔اچھی کتب کے مطالعہ کا شوق رکھتی ہے۔۔بے مقصد اور بے ہودہ کاموں سے بچ کے رہتی ہے۔۔نیک اور پاکیزہ صحبت اختیار کرتی ہے۔۔دینی محافل کی متلاشی رہتی ہے۔

(7) اپنے احباب کا کچھ اس طرح سے خیال رکھتی ہے کہ عزیز واقارب کے ساتھ صلہ رحمی کرتی ہے۔۔انہیں تحفے تحائف پیش کرتی ہے۔۔حسب موقع ان سے ملاقات کرتی ہے۔۔ان کے دکھ سکھ میں شریک ہوتی ہے۔۔گھر میں بہو کے وجود کو قدر کی نگاہ سے دیکھتی ہے، اس کی عزت نفس کا خیال رکھتی ہے، اس کی شخصی زندگی میں مداخلت سے گریز کرتی ہے، اس میں اور بیٹیوں میں ناانصافی سے گریز کرتی ہے۔۔ہمسایوں سے حسن سلوک کرتی ہے۔۔ان کی خیر خواہی کرتی ہے۔۔ان کی اذیتوں پہ صبر کرتی ہے۔۔اپنے بہن بھائیوں سے محبت کرتی ہے۔۔ان سے قطع تعلقی کرنے سے بچتی ہے۔۔ان کی غلطیوں کو نظر انداز کرتی ہے۔۔اپنی سہیلیوں سے اچھی رسم وراہ رکھتی ہے، انہیں خندہ پیشانی سے ملتی ہے۔

(8) اپنے حسن معاشرت کا کچھ اس طرح سے خیال رکھتی ہے کہ لڑائی جھگڑے، وعدہ خلافی اور غیبت چغلی سے بچتی ہے۔۔سب کے ساتھ فیاضی و سخاوت کا برتاؤ کرتی ہے۔۔ منافقت، ملاوٹ اور دھوکے بازی سے دور رہتی ہے۔۔شرم و حیا، خودداری اور پاک دامنی سے متصف رہتی ہے۔۔حوصلہ، فراخ دلی اور عاجزی کی پیکر ہوتی ہے۔۔بہتان تراشی، عیب جوئی، ریاکاری، بدزبانی، سخت گیری، گالی گلوچ، استہزاء، حسد، تکبر اور ظلم سے اجتناب کرتی ہے۔۔میت پر نوحے (مصنوعی چیخ و پکار) سے پرہیز کرتی ہے۔۔کسی کو دکھ میں دیکھ کر خوش نہیں ہوتی۔۔لوگوں کو نفع پہنچانے اور ان سے نقصان دور کرنے کے لیے کوشاں رہتی ہے۔۔ دوسروں کو خود پہ ترجیح دیتی ہے۔۔لوگوں کا تعاون کر کے ان پر احسان نہیں جتاتی۔۔بزرگوں کا احترام کرتی ہے۔۔کوئی بھلا کرے تو احسان مند اور شکر گزار رہتی ہے۔۔بیماروں کی تیمار داری کرتی ہے۔۔نیکی کے کاموں میں سبقت لے جانے کی کوشش کرتی ہے۔

یہ تو تھیں ایک مثالی مسلمان عورت کی خوبیاں۔اب آیئے یورپی جدت پسندی اور روشن خیالی کی پروردہ بدترین عورت کے چند برے اوصاف کا جائزہ لیتے ہیں۔

مغرب زدہ عورت :برے اوصاف

(9) ایک ماڈرن عورت مغربی تہذیب کی دل دادہ ہوتی ہے۔۔فانی دنیا کی ظاہری چمک دمک کی متوالی ہوتی ہے۔۔گھروں کو بے آباد اور ہوٹلوں کلبوں کو آباد کرتی ہے۔۔ناچ گانوں، فلموں ڈراموں کی شیدائی ہوتی ہے۔۔ماں باپ اور شوہر کی نافرمان ہوتی ہے۔۔ دین سے بے بہرہ ہوتی ہے۔۔خدا اور رسول کی محبت و اطاعت سے بے گانہ ہوتی ہے۔۔ سونے چاندی، ہیرے موتی پہ مر مٹنے والی ہوتی ہے۔۔گھر کے پرسکون ماحول کو خراب کرنے والی ہوتی ہے۔۔شرعی پابندیوں سے بے زار ہوتی ہے۔۔مخلوط پروگراموں کی رونق ہوتی ہے۔۔بے پردہ و بے حجاب ہوتی ہے۔۔عریانی فحاشی کو فروغ دیتی ہے۔۔شرم و حیا سے عاری ہوتی ہے۔۔روپے پیسے اور دھن دولت کی حریص ہوتی ہے۔۔رب کی رضا سے تہی دامن ہوتی ہے۔۔صبر و شکر اور توکل و قناعت سے بے زار ہوتی ہے۔

(10) وہ پاک دامنی سے گریزاں ہوتی ہے۔۔نت نئے فیشنوں سے آلودہ ہوتی ہے۔۔قبر وحشر کو فراموش کرنے والی ہوتی ہے۔۔لہو ولعب میں ملوث ہوتی ہے ۔۔ اصلاحِ احوال سے غافل ہوتی ہے۔۔اعلیٰ اخلاق وکردار سے بے پرواہوتی ہے۔۔آزادئ نسواں کی علم بردار ہوتی ہے۔۔خواہشِ نفس کی پیروکار ہوتی ہے۔۔شیطان کی تابع فرمان ہوتی ہے۔۔ذہنی بے سکونی اور روحانی بے چینی کا شکار ہوتی ہے۔۔نامحرموں سے آزادانہ میل جول کی عادی ہوتی ہے۔۔طرح طرح کے نفسیاتی عوارض میں مبتلا ہوتی ہے۔۔حسد اور غیبت کا شاہکار ہوتی ہے۔۔خود پسند اور شوخ مزاج ہوتی ہے۔۔مردانہ طور طریقوں کی خوگر ہوتی ہے۔۔بزرگوں کی گستاخ ہوتی ہے۔۔شادی نکاح سے آزردہ ہوتی ہے۔۔ بچوں کی پیدائش پرورش سے متنفر ہوتی ہے۔

(12) اعتراضات و جوابات

مغربی تہذیب کے متوالے سچے دین اسلام پر طرح طرح کے اعتراضات کرتے رہتے ہیں۔ ذیل میں چند مشہور اعتراضات کے جوابات پیش کیے جاتے ہیں۔

پہلا اعتراض: اسلام عورتوں کو تعلیم سے منع کرتا ہے۔

جواب : یہ اسلام پر جھوٹا الزام ہے، وہ انہیں حصول علم سے بالکل منع نہیں کرتا بلکہ مردوں کی طرح ان کے لیے بھی اسے فرض قرار دیتا ہے۔ ایک تو ان کے لیے ضروری شرعی علم کا حصول فرض عین ہے، دوسرا وہ ہر ایسا علم حاصل کر سکتی ہیں جو ان کی فطرت، شخصیت، صلاحیت اور ذہنیت سے مطابقت رکھتا ہو۔ مروجہ عصری علوم کا نصاب جو کہ بنیادی طور پر مردوں کی ضروریات کو سامنے رکھ کر بنایا گیا ہے وہ عورتوں کے لیے بھی قطعاً سودمند نہیں کیونکہ دونوں صنفوں کا دائرہ کار علیحدہ علیحدہ ہے اور معاشرے کے لیے بھی بالکل بے فائدہ ہے۔ اسلامی اصولوں کے مطابق ایک تو عورتوں کا تعلیمی نصاب بھی ان کے فطری دائرہ کار کے مطابق جداگانہ ہونا چاہیے اور دوسرا ان کے ادارے بھی جداگانہ ہونے چاہییں۔

دوسرا اعتراض: اسلام ایک مردانہ معاشرہ وجود میں لاتا ہے، جہاں مردوں کو غلبہ حاصل ہوتا ہے۔

جواب : یہ بھی اسلام پر جھوٹا الزام ہے کیونکہ وہ نہ تو مردانہ معاشرہ وجود میں لاتا ہے اور نہ ہی زنانہ، وہ تو ایک عادلانہ معاشرہ وجود میں لاتا ہے جو رب کی بندگی کی بنیاد پر قائم ہوتا ہے جہاں مردوں کے اپنے حقوق و فرائض ہیں اور عورتوں کے اپنے حقوق و فرائض ہیں۔

ہمیں نہیں معلوم کہ دنیا میں خالص زنانہ معاشرہ کہاں پایا جاتا ہے۔ جہاں تک مغربی معاشروں کے زنانہ ہونے کا تعلق ہے تو جتنی زیادہ عورت کی وہاں رسوائی ہو رہی ہے اتنی تو پوری تاریخ انسانی میں کہیں نظر نہیں آتی۔ وہاں مرد اپنا کاروبار چمکانے اور لوگوں کی شہوانی آگ بجھانے کے لیے اپنی ماں بہن بیٹی بیوی کو بالکل عریاں کر چکا ہے، اس نے اس

کے تن پر پردے کا ایک چیتھڑا تک باقی نہیں رہنے دیا۔

وہاں ہر طرف بازاروں، مکانوں، ہوٹلوں، ناچ گھروں، فلموں، ڈراموں، کلبوں، محکموں، کمپنیوں اور ساحلوں وغیرہ مقامات پہ عورت مرد ہی کی آسودگی کا سامان کرتی نظر آتی ہے۔ وہاں ایک دکان دار اپنی دکان میں، ہوٹل کا منیجر اپنے ہوٹل میں، کلب کا مالک اپنے کلب میں، ڈانس گھر کا منتظم اپنے ڈانس گھر میں، فضائی کمپنی کا سربراہ اپنے جہاز میں نوجوان اور خوبصورت عورتوں کو ملازم رکھ کر ان کی جوانی اور خوبصورتی کو اپنے کاروبار کا حصہ بناتا ہے۔

اب آپ خود سوچیے کہ وہ لوگ جنہوں نے اپنی عورتوں کو ایسے ایسے دھندوں پہ لگا کر انہیں اپنے ناپاک ہاتھوں کا کھلونا بنایا ہوا ہے وہ کس منہ سے ان اسلامی معاشروں کو مردانہ معاشرہ کہتے ہیں جہاں مرد شب و روز اپنی ماؤں بہنوں، بیویوں، بیٹیوں، دادیوں، نانیوں اور خالاؤں پھوپھیوں کی خدمت میں مصروف عمل نظر آتے ہیں۔ ہم اپنے پاکیزہ اسلامی معاشروں پہ فخر کرتے ہیں اور ان کے غلیظ معاشروں سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔

تیسرا اعتراض: اسلام وراثت میں مردوں کو دگنا حصہ دیتا ہے جو کہ عورتوں کے ساتھ زیادتی ہے۔

جواب : یہ اعتراض بھی سو فیصد غلط فہمی پہ مبنی ہے۔ مرد کو عورت کی بہ نسبت دگنا حصہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ گھر کے تمام تر اخراجات کی ذمے داری مرد پر ہے، عورت پر اخراجات کی ذرہ برابر بھی ذمے داری نہیں ہے۔ ایسی صورت میں ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ وراثت صرف مردوں کو ہی ملتی، یہ تو اسلام کا عورتوں پر احسانِ عظیم کہ انہیں ایک روپیہ بھی خرچ کرنے کا ذمے دار نہیں بنایا مگر پھر بھی آدھا حصہ اٹھا کر ان کی جھولی میں رکھ دیا۔

چوتھا اعتراض: اسلام گھر کی سربراہی عورت کی بجائے مرد کے سپرد کرتا ہے۔

جواب : اسلام گھر کی سربراہی شوہر کے سپرد اس لیے کرتا ہے کہ

(۱) جس شخص کے سر پر گھر بنانے سے لے کر اسے چلانے تک کا سارا بوجھ ہو، انصاف کا تقاضا یہی ہے کہ سربراہ بھی اسی کو بنایا جائے۔ یہ تو سراسر ظلم ہے کہ گھر کی تعمیر سے لے کر اس

کے جملہ اخراجات تک تو مرد کے ذمے لگا دیے جائیں اور سربراہی کسی اور کے سپرد کر دی جائے۔

(۲) چونکہ عورت کی ذمے داریاں صرف گھریلو ہیں جبکہ مرد کی گھریلو بھی ہیں اور گھر سے باہر کی بھی۔ اس وجہ سے وہ سماجی معاملات کو عورت سے زیادہ بہتر جانتا اور سمجھتا ہے۔

(۳) عورت میں طبعاً نزاکت وحساسیت پائی جاتی ہے جبکہ مرد میں طبعاً قوت و صلابت پائی جاتی ہے۔ وہ ہر طرح کے خطرات کا بہتر طور پر سامنا کر سکتا ہے۔ تو عورت کی بھلائی کے لیے ہی سربراہی مرد کے سپرد کی گئی ہے۔

(۴) عورت حمل، وضع حمل، اولاد کی پرورش اور ماہانہ عارضوں وغیرہ کی وجہ سے طرح طرح کے جھنجٹوں کا شکار رہتی ہے، اب اسے سربراہی کے امور بھی سپرد کر دینا کھلی زیادتی ہے۔

(۵) مرد کو گھر کا سربراہ بنا کر کوئی اسے ظلم و جبر کا فری ہینڈ نہیں دے دیا گیا، بلکہ اس کو بتایا گیا کہ "**سید القوم خادمھم**"۔ یعنی کسی بھی گروہ کا سربراہ ان کا خادم ہوتا ہے۔ پس وہ اپنے جمیع اہل خانہ کا خدمت گزار ہوتا ہے اور اس کے لیے بہت پریشانی اٹھاتا ہے۔

پانچواں اعتراض: اسلام ایک وقت میں مرد کو چار شادیوں کی اور عورت کو صرف ایک کی اجازت دیتا ہے۔

جواب: جواب سے پہلے یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لیں کہ اسلام بندوں کو ان کی فطرت کے عین مطابق ہدایات دیتا ہے۔ مرد کی فطرت ایک وقت میں عورت کی بہ نسبت ایک سے زیادہ شادیوں کی ہے، جبکہ عورت عمومی طور پر ایک وقت میں ایک ہی مرد پہ قناعت کرنے کو زیادہ پسند کرتی ہے۔

(1) اسلام مرد کو "عدل وانصاف اور مالی استطاعت" کی دو کڑی شرائط کے ساتھ ایک وقت میں چار تک شادیوں کی جو اجازت دیتا ہے تو اس کی کئی وجوہات ہیں۔ مثلاً بیوی بانجھ ہو۔ یا بیمار ہو اور ازدواجی تعلق مشکل ہو۔ یا کسی یتیم اور بیوہ کو سہارا دینا مقصود ہو، وغیرہ

وغیرہ۔ نیز اگر بہ وجوہ معاشرے میں عورتوں کی تعداد بڑھ جائے تو اس کا کامیاب اور شریفانہ حل تعدد ازدواج کے علاوہ کوئی بھی نہیں ہے۔

دنیا کی مردم شماریوں سے یہ بات ثابت شدہ ہے کہ عورتوں کی تعداد مردوں سے زیادہ ہوتی ہے، جنگوں، وارداتوں، حادثوں اور بیماریوں میں بھی مرد عورتوں کی بہ نسبت زیادہ مرتے ہیں، عورتوں کی اوسط عمر بھی مردوں کی بہ نسبت زیادہ ہے، بیوہ عورتیں بھی رنڈووں کے مقابلے میں زیادہ تعداد میں پائی جاتی ہیں۔

اب اگر مردوں کو ایک ایک شادی تک محدود کر دیا جائے تو باقی بچ جانے والی عورتیں بغیر شوہر کے رہ جائیں گی۔ اب یہ جو بغیر شوہر کے رہ جائیں گی ان کے لیے دو راستے ہیں۔ یا تو کسی شادی شدہ مرد کے نکاح میں آجائیں اور باعزت و باوقار طریقے سے رہیں، یا پھر پبلک پراپرٹی بن جائیں اور شادی شدہ مردوں کے ہاتھوں میں کھیلیں۔ اسلام پہلی صورت کو حلال اور دوسری صورت کو حرام قرار دیتا ہے۔ پہلی صورت میں مرد و عورت دونوں ہر طرح سے محفوظ رہتے ہیں جبکہ دوسری صورت میں دونوں ہر طرح سے غیر محفوظ ہوتے ہیں۔

(2) عورت ایک وقت میں صرف ایک ہی شوہر کے نکاح میں رہ سکتی ہے اور اس کا وقار بھی اسی میں ہے۔ عورت کو اگر ایک وقت میں ایک سے زائد مردوں سے نکاح کی اجازت دے دی جائے تو (۱) اس کے لیے متعدد شوہروں کے درمیان بحیثیت بیوی اپنی ذمے داریاں نبھانا مشکل تر ہو جائے گا۔ (۲) کئی شوہروں سے جنسی تعلقات رکھنے میں طرح طرح کی جنسی بیماریوں کا خدشہ بھی ہے۔ (۳) اس سے خاندانی نظام ختم ہو جائے گا جو کہ نکاح کا اصل مقصود ہے۔ کیونکہ پھر یہ فیصلہ کرنا مشکل ہو جائے گا کہ اولاد کون سے شوہر کی ہے۔ (۴) کئی شوہروں کی اولاد کی پرورش بھی ایک دشوار گزار معاملہ ہو جائے گا۔ (۵) کئی شوہروں کے درمیان اخراجات کا مسئلہ بھی وجہ نزاع بن جائے گا۔ (۶) کئی شوہروں میں اوقات کی تقسیم کے سلسلے میں بھی جھگڑا ہوگا۔ اس طرح عورت کئی مردوں کے درمیان کھلونا بن کے رہ جائے گی۔ (۷) سب سے بڑی بات یہ کہ دنیا میں آنے والے ہر ہر بچے کا ایک

بہت بڑا حق یہ بھی ہے کہ اس کا والد ایک ہی ہو اور واضح طور پر معلوم ومتعین ہو، اور یہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے جب کہ عورت کو ایک وقت میں ایک ہی نکاح کی اجازت ہو۔

چھٹا اعتراض: اسلام طلاق کا حق عورت کی بجائے مرد کو دیتا ہے۔

جواب : طلاق کا حق مرد کو اس لیے دیا گیا ہے کہ ایک تو وہ عورت کے مقابلے میں اپنے جذبات پر زیادہ قابو رکھتا ہے، صبر وتحمل، بردباری، مصلحت اندیشی اور مستقبل بینی اس میں عورتوں کے مقابلے میں زیادہ ہوتے ہیں۔ اگر طلاق کا حق عورت کو دیا جاتا تو شرح طلاق میں بے حد اضافہ ہو جاتا۔ مغربی تہذیب جس نے عورت کو بھی طلاق کا حق دیا ہوا ہے وہاں چھوٹی چھوٹی بات پر بکثرت طلاقیں ہو رہی ہیں۔

دوسرا یہ کہ تمام مالی ذمے داریاں اسی کے ذمے ہیں۔ حق مہر، دیگر تحائف، گھر، نان ونفقہ، علاج، سامان ضرورت اور سامان زیب وزینت وغیرہ۔ جب تمام مالی ذمے داریاں اس پر ہیں تو پھر طلاق کا حق بھی اسی کو ہونا چاہیے۔ اگر عورت کو طلاق کا حق ہوتا تو وہ یہ سارا سامان سمیٹ کر بہت آرام سے شوہر کو طلاق دے کر گھر سے روانہ ہو جاتی۔

تیسرا یہ کہ اولاد کی پرورش اور نئی شادی کے اخراجات وغیرہ اس کے پیش نظر ہوں گے تو وہ طلاق کے حق کو سوچ سمجھ کر استعمال کرے گا۔

ساتواں اعتراض: اسلام گھر میں عورت کو نوکرانی بنا کے رکھتا ہے۔

جواب : یہ بھی انتہائی غلط اعتراض اور اسلام کی درست فکر سے ناواقف ہونے کی دلیل ہے۔ شریعت میں بیوی کے جو حقوق (مہر، مکان، نفقہ، وراثت وغیرہ) ہیں وہ نوکرانی کے بالکل نہیں ہیں۔۔ کوئی بھی شخص نوکرانی کو اس دھوم دھام سے گھر نہیں لاتا جس دھوم دھام سے وہ بیوی کو لاتا ہے۔۔ گھر کے کام کاج بیوی کے اخلاقی فرائض میں سے ہیں جبکہ نوکرانی کے اصولی فرائض میں سے ہیں۔۔ نوکرانی اگر بیماری کی وجہ سے کام نہ کر سکے تو تنخواہ کی حق دار نہیں ہوتی، لیکن اگر بیوی نہ کر سکے تو وہ علاج اور خدمت کی اضافی حق دار ہوتی ہے۔۔ یوں تو پھر مرد بھی کہہ سکتا ہے کہ میں بیوی کو کما کما کے کیوں کھلاؤں، کیا میں اس

کا نوکر لگا ہوا ہوں۔

آٹھواں اعتراض: اسلام عورت کو مرد کی خدمت پہ لگا تا ہے، یہ عورت کی عزت کے خلاف ہے۔

جواب : اسلام ہر عورت کو ہر مرد کی خدمت پہ نہیں لگا تا بلکہ بیوی کو شوہر کی خدمت کا حکم دیتا ہے۔ جبکہ اس کے مقابلے میں یورپ ہر دوسری عورت کو بسوں، جہازوں، کلبوں اور دفتروں وغیرہ میں سینکڑوں ہزاروں مردوں کی خدمت پہ لگا تا ہے۔ چھاج تو بولے' چھلنی کیا بولے جس میں ہزاروں چھید۔

اگر عورت بیوی بن کر شوہر کی خدمت نہیں بجالاتی تو پھر اسے وہ تمام حقوق بھی میسر نہیں ہوں گے جو اسلام نے شوہر کے ذمے لگائے ہیں۔ اب اسے کہیں نہ کہیں کسی نہ کسی کی خدمات تو بجالانی پڑیں گی جو کہ بیوی کی عظیم حیثیت کی بجائے نوکرانی کی عام حیثیت سے ہوگی۔ لہذا اس کے لیے بیوی بن کر رہنا نوکرانی بن کر رہنے سے بہتر ہے۔

مزید یہ کہ اگر اسلام نے ایک مرد (شوہر) کی خدمت اس کے ذمے لگائی ہے تو پانچ پانچ چھ چھ بیٹے بیٹیوں کو بھی اس کی خدمت پہ مامور کیا ہے۔ یعنی ایک مرد کی خدمت کرو اور چھ چھ بیٹے بیٹیوں سے خدمت کرواؤ۔ جبکہ یورپی تہذیب میں سینکڑوں لوگوں کی خدمت کرو اور بالآخر بڑھاپے میں ایک فرد بھی خدمت کے لیے میسر نہ ہو۔

نواں اعتراض: اسلام عورت کو کمانے سے منع کرتا ہے۔

جواب : یہ بھی غلط اور جھوٹا الزام ہے، اسلام عورت کو کمانے سے منع نہیں کرتا بلکہ کمانے سے مستثنٰی کرتا ہے، اور یہ تو اُس کے فائدے کی بات ہے نہ کہ نقصان کی کہ اسے کمانے کے جھنجٹوں سے آزاد کر دیا ورنہ اسے مزے سے گھر بیٹھ کر کھانے کی بجائے در در کی ٹھوکریں کھانی پڑتیں۔ اس کے برعکس مردوں پر کمانا بھی فرض ہے اور کئی کئی افراد کی کفالت بھی فرض ہے۔ جبکہ عورت پر نہ تو کمانا فرض ہے اور نہ کسی دوسرے کی کفالت، اس کی خود اپنی روٹی پانی بھی اس کے ذمے نہیں ہے۔ شادی سے پہلے تک اس کے جملہ اخراجات والد کے ذمے

ہیں اور شادی کے بعد شوہر کے۔(ہمارے معاشروں میں جو مرد عورتوں کی کمائی کھاتے ہوں انہیں معیوب نظروں سے دیکھا جاتا ہے)

اسلام نے عورت پہ کمانا اس لیے فرض نہیں کیا کہ اس کی نفسیات وطبعیات گھریلو ذمے داریوں کے مطابق بنائی گئی ہے، اگر وہ بھی مردوں کی طرح اپنی فطرت کے خلاف کمانے کے لیے باہر چلی جائے تو پیچھے گھر سنبھالنے والا کوئی نہیں ہوگا اور وہ اجڑ کے رہ جائے گا، اور گھر کی تباہی سارے معاشرے کی تباہی ہے۔

نیز اس لیے بھی اس پہ کمانا فرض نہیں کیا کہ اگر وہ غیر محدود طور پر اس کے لیے باہر نکلتی تو اس کی عزت وناموس کی حفاظت ایک مسئلہ بنتی، اس کی پردے داری مجروح ہوتی، اس کی نزاکت ونسوانیت کا نقصان ہوتا اور اس کی شرم وحیا داؤ پہ لگتی۔جیسا کہ مغربی تہذیب میں یہی صورت حال ہے۔

پس معلوم ہوا کہ اسلام کی نظر میں وہ عورت زیادہ بلند حیثیت ہے جو گھر رہ کر نہایت خوش اسلوبی سے اپنے ربانی فرائض سرانجام دیتی ہے۔جبکہ وہ عورت جو مروجہ سیکولر نظام میں کمانے کے لیے دھکے کھاتی پھرتی ہے خواہ حدود وقیود کی پابندی کے ساتھ جائز طور پر ہی سہی، اس کی حیثیت بہر حال کم تر ہے۔

ہاں! البتہ عورتوں کا کمانا کلیتاً منع بھی نہیں ہے، وجہ یہ ہے کہ عورتوں کی تعلیم، علاج، سلائی کڑھائی وغیرہ کافی ساری چیزیں ایسی ہیں جو اگر عورتیں سیکھ کر دوسری عورتوں کے کام نہ آئیں تو ان کے بہت سے معاملات میں یقینی طور پر حرج واقع ہوگا۔اس لیے اسلام نے محدود طور پر عورتوں کو ملازمت کی اجازت دی ہے۔

دسواں اعتراض: اسلام عورت کو مارنے کی اجازت دیتا ہے۔

جواب : اسلام ہر عورت کو نہیں صرف بیوی کو اس کی نافرمانی کے نتیجے میں آخری چارے کے طور پر بہت ہی معمولی (نہ کہ وحشیانہ) مار کی اجازت دیتا ہے۔ورنہ تو اسلام بڑی سختی سے ماؤں، رشتے دار عورتوں اور تمام غیر محرم عورتوں کی پوری پوری عزت وتکریم کا حکم دیتا

ہے۔اگر کسی نے ماں یا بزرگ خواتین کو مارا تو اسے دنیا و آخرت کی بربادی کی وعید سناتا ہے۔اگر کسی غیر عورت کو مارا تو اس پر عدالتی سزا دیتا ہے۔ نیز یہ بھی یاد رہے کہ مسلمان معاشروں میں بیوی پر بھی ہاتھ اٹھانے کو بہت زیادہ معیوب سمجھا جاتا ہے اور ایسے شخص کو قابل تعریف سمجھا جاتا ہے جس نے کبھی بھی بیوی پر ہاتھ نہ اٹھایا ہو۔

شوہر کو درج ذیل صورتوں میں بیوی کو آخری چارے کے طور پر معمولی (نہ کہ وحشیانہ) مار لگانے کی اجازت ہے:(۱) بناؤ سنگھار نہ کرے۔۔(۲) فرض غسل نہ کرے۔۔ (۳) بلااجازت گھر سے نکل جائے ۔۔ (۴) حقوق زوجیت سے انکار کرے۔۔(۵) ننھی اولاد کی غلط طور پر پٹائی لگائے۔۔(۶) شوہر کو گالی دے یا اس کے کپڑے پھاڑ ڈالے۔۔(۷) کسی غیر محرم سے بے باکانہ رابطہ رکھے۔۔(۸) شوہر کی ایسی مملوکہ چیزیں اٹھا کر دوسروں کو دے دے جو کہ عام طور پہ نہیں دی جاتیں۔۔(۹) بلاوجہ فرض نماز روزہ ترک کرے۔

مارنے کے حوالے سے پہلے تو اسلام یہ کہتا ہے کہ شوہر صبر وتحمل سے کام لے اور ہاتھ اٹھانے سے بچے،لیکن اگر معاملہ بالکل نا قابل برداشت ہو جائے تو پہلے زبانی وعظ و نصیحت کرے، پھر حقوق زوجیت چھوڑ کر سمجھانے کی تدبیر کرے،اور اگر اس سے بھی کام نہ چلے تو پھر اسے مارے وہ بھی صرف اس حد تک کہ جسم پر چوٹ کا نشان تک نہ آنے پائے۔

یہاں اسلام پر اعتراض کرنے والوں سے ہم بھی پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ وہ جس جس طرح عورتوں کو ملازم رکھ کر ان کے حقوق کا استحصال کرتے ہیں کیا انہوں نے کبھی خود اپنے طرز عمل پر بھی غور کیا؟۔

گیارھواں اعتراض: اسلام عورتوں کو مردوں کے برابر قرار نہیں دیتا۔

جواب : اس کا جواب اس مضمون میں پہلے آچکا ہے،جس کا خلاصہ یہ ہے کہ بہت سے امور میں عورتیں مردوں کے برابر ہیں اور بہت سے امور میں برابر نہیں ہیں جس کی تفصیلی وضاحت وہیں دیکھ لی جائے۔

البتہ یہاں ہم مذکورہ اعتراض کرنے والوں سے پوچھتے ہیں کہ وہ عورتوں کو تو مردوں کے برابر لانے کی بات کرتے ہیں، مردوں کو عورتوں کے برابر لانے کی بات کیوں نہیں کرتے؟۔

جب مرد بھی عورتوں کی طرح رنگ برنگے لباس پہنیں گے، مٹک مٹک کر چلیں گے، باریک آواز میں لچکیلی گفتگو کریں گے، طرح طرح کے میک اپ کریں گے، کلائیوں میں چوڑیاں ڈالیں گے، ناک کان گلے میں زیورات سجائیں گے اور پاؤں میں زنانہ جوتے پہنیں گے تو ان کے مطالبے کے عین مطابق مرد عورتوں کے برابر آجائیں گے اور دونوں صنفوں کے مابین مساوات قائم ہو جائے گی۔

بارھواں اعتراض: اسلام عورتوں کو گھروں میں بند رکھتا ہے اور انہیں باہر نکلنے کی آزادی نہیں دیتا۔

جواب: یہ اعتراض بھی غلط فہمی پہ مبنی ہے، اسلام عورتوں کو گھروں میں بند نہیں رکھتا بلکہ ان کے حسب حال جو اُن کے رہنے کی بہترین فطری جگہ ہے وہ انہیں وہاں رہنے کی ہدایت کرتا ہے۔ اگر کل کو مچھلیاں مطالبہ کریں کہ ہمیں پانی میں بند کر کے ہمارے حقوق سلب کر لیے گئے ہیں، لہذا ہمیں وہاں سے نکلنے کی آزادی دی جائے تو یہ ان کی موت ہے۔ پانی سے باہر نکل کر وہ لوگوں کی خوراک بن جائیں گی۔ بالکل اسی طرح عورتوں کا بھی گھر سے آزادانہ باہر نکلنا ان کی فطرت کی موت ہے، وہ بھی اس طرح لوگوں کے حرص و ہوس کی خوراک بن جائیں گی۔

یہی وجہ ہے کہ مغربی تہذیب نے جب عورتوں کو گھر سے آزادانہ باہر نکالا تو وہاں نہ تو خاندان باقی رہا اور نہ ہی عورتوں کے لیے ماں باپ، بہن بھائی، دادا دادی، نانا نانی، چچا ماموں اور خالہ پھوپھو کی خدمات باقی رہیں۔ ان کا بچپن خاندانی رونقوں سے محروم ہو گیا، ان کی جوانی ملازمتوں کی نذر ہو گئی اور ان کا بڑھاپا کس مپرسی کا شکار ہو گیا۔ اور ایسی زندگی تو موت سے بھی بدتر ہے۔ جبکہ مسلمان عورت پہلے بیس بائیس سال والدین کی شہزادی بن کے رہتی ہے، اگلے بیس بائیس سال شوہر کی محبوبہ بن کے رہتی ہے اور اس سے اگلے بیس

بائیس سال اپنی نسل کی ملکہ بن کے رہتی ہے۔ نہ کمانے کی فکر، نہ دفتروں کے دھکے، نہ روٹی کپڑا مکان کی پریشانی، نہ علاج معالجے کا غم، یعنی ہر طرح کی فکروں سے آزاد۔

اب بتائیے کہ گھر میں رہنا عورت کی آزادی ہے یا اس کی قید؟۔

تیرھواں اعتراض: اسلام میں عورت سربراہ مملکت نہیں بن سکتی۔

جواب : جی ایسا ہی ہے، عورت واقعی سربراہِ مملکت نہیں بن سکتی، کیونکہ اس کا شرعی، طبعی اور فطری دائرہ کار مملکت کی سربراہی اور اس کے لوازمات کے ساتھ مطابقت نہیں رکھتا۔ چند وجوہات حسب ذیل ہیں: (۱) مرد و عورت کا اختلاط منع ہے جبکہ سربراہ مملکت ہونے کی صورت میں اسے نامحرم مردوں سے ملنا جلنا ہوگا، دیگر سربراہان مملکت سے ملاقاتیں کرنی ہوں گی، وغیرہ وغیرہ۔(۲) اس کے لیے پردہ ضروری ہے، جبکہ سربراہ مملکت ہونے کی صورت میں اسے منظر عام پر آنا ہوگا، مذاکرات کرنے ہوں گے۔(۳) وہ مذکورہ وجوہات کی بنا پر مردوں کی امامت نہیں کرواسکتی جبکہ مسلمان سربراہ مملکت کے لیے امامت کی اہلیت ضروری ہے۔(۴) حمل اور دیگر نسوانی عوارض وغیرہ بھی اس کے ساتھ ہیں جو اس کی سربراہی کی ذمے داریوں میں بہر صورت خلل پذیر ہوں گے، جبکہ سربراہی کے لیے بلا تعطل مستقل مصروفیت لازم ہے۔(۵) عورت میں بولنے اور بچے پالنے کی صلاحیت زیادہ ہوتی ہے جبکہ مرد میں مستقبل بینی اور منصوبہ بندی کی صلاحیت زیادہ ہوتی ہے، اس لیے عورت کا ماں بننا اولاد کے لیے زیادہ فائدہ مند ہے جبکہ مرد کا سربراہ مملکت بننا مملکت کے لیے زیادہ فائدہ مند ہے۔ یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ باپ اور سربراہ مملکت ہونا فطرتاً ایک دوسرے کے زیادہ قریب ہیں لیکن ماں اور سربراہ مملکت ہونا فطرتاً ایک دوسرے کے زیادہ قریب نہیں ہیں۔(۶) اسلام میں عورت کو خاندان کی سربراہی نہیں دی گئی جس کی وجوہات ہم پہلے لکھ آئے ہیں، پس جب وہ ایک چھوٹے سے خاندان کی سربراہ نہیں ہوسکتی تو ایک بہت بڑی مملکت کی سربراہ کیسے بن سکتی ہے۔

نوٹ: یہی معاشرتی ذمے داریوں کی وجوہات ہیں جن کی وجہ سے کسی عورت کو نبی بھی نہیں

بنایا گیا۔۔۔لیکن جہاں تک مقدس ہونے کی بات ہے تو ہم پہلے لکھ آئے ہیں کہ اسلام عورت کو بہت زیادہ مقدس مانتا ہے۔عورت نبی یا سربراہ مملکت تو نہیں ہوتی لیکن نبیوں اور سربراہوں کی ماں ضرور ہوتی ہے۔قرآن حکیم میں بارہا سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو ''ابن مریم'' کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔

چودھواں اعتراض: اسلام مسلمان عورتوں کو تو اہل کتاب مردوں سے شادی کی اجازت نہیں دیتا لیکن مسلمان مردوں کو اہل کتاب عورتوں سے شادی کی اجازت دیتا ہے۔

جواب : اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام میں نکاح کی بنیاد اللہ تعالیٰ پر، نبیوں پر اور آخرت پر ایمان ہے۔

مسلمان مردوں کو اہل کتاب عورتوں سے شادی کی اجازت اس لیے ہے کہ جس طرح اہل کتاب عورتیں اللہ تعالیٰ پر، عیسیٰ علیہ السلام پر اور آخرت پر ایمان رکھتی ہیں اسی طرح مسلمان مرد بھی ان پر ایمان رکھتا ہے۔ایمان کا یہ اشتراک ان کے باہمی نکاح کو جائز کر دیتا ہے۔

جبکہ مسلمان عورتوں کو اہل کتاب مردوں سے نکاح کی اجازت اس لیے نہیں ہے کہ حضرت محمد ﷺ کے نبی ہونے پر وہ تو ایمان رکھتی ہیں لیکن اہل کتاب ان کے نبی ہونے پر ایمان نہیں رکھتے۔ایمان کا یہ عدم اشتراک ان کے نکاح کو ناجائز کر دیتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں اور ہندوؤں کا ایک دوسرے سے نکاح کسی بھی صورت جائز نہیں ہے کیونکہ دونوں طرف ایمان کی بنیاد مفقود ہے۔

پندرھواں اعتراض: اسلام میں عورت آدھی ہے کیونکہ اس کے مطابق دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کی گواہی کے برابر ہے۔

جواب : ایک تو عورت کی گواہی ہر موقع پر آدھی نہیں ہے۔۔کئی مقامات پر آدھی ہے، کئی مقامات پر مکمل ہے اور کئی مقامات پر صرف اسی کی قبول ہے، مرد کی قبول ہی نہیں۔

(۱) مالی معاملات، نکاح اور حدود و تعزیرات میں دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کی گواہی کے

برابر ہے۔ وجہ یہ ہے کہ ایک تو گواہی مشکل ذمے داری ہے جو عورتوں کی طبعی نزاکت و حساسیت سے زیادہ مطابقت نہیں رکھتی، عدالت میں جرح وتعدیل کا بھی سامنا کرنا پڑتا ہے۔۔دوسرا ان معاملات سے متعلق عورتوں کو گھر رہنے کی وجہ سے کم واقفیت ومہارت ہوتی ہے اور وہ موقع پر ماحول کے دباؤ کی وجہ سے بھول کا شکار بھی ہوسکتی ہیں۔۔تیسرا ان معاملات میں چونکہ بھاری بھرکم فیصلے کیے جانے ہوتے ہیں تو احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ حساسیت ونزاکت رکھنے والی باپردہ صنف کے دوافراد پراعتماد کیا جائے۔

(۲) لعان اور رؤیت ہلال کے معاملات میں ایک عورت کی گواہی ایک مرد کی گواہی کے برابر ہے۔وجہ یہ ہے کہ یہ ایسے امور ہیں جو عبادت خداوندی (حقوق اللہ) اوراس کی اپنی ذات سے متعلق ہیں۔

(۳) ولادت، رضاعت، نسوانی عوارض اورعورت کو غسل میت کے معاملات میں صرف اسی کی گواہی معتبر ہے۔وجہ یہ ہے کہ عام طور پہ ان کی چشم دید گواہ صرف وہی بن سکتی، نیز انہیں بہتر طور پر بھی وہ جانتی ہے۔

پس معلوم ہوا کہ گواہی کی بنیاد پر عورت کو آدھی قرار دینا اسلامی نظام عدل سے ناواقفیت کی دلیل ہے، ورنہ جہاں صرف عورت کی گواہی معتبر ہےاور مرد کی معتبر ہی نہیں ہے تو وہاں تو مرد عورت کا بھی آدھا نہ رہا۔

سولھواں اعتراض: اسلام عورت کی دیت مرد سے آدھی قرار دیتا ہے جو کہ اس کے لیے باعثِ ہتک ہے۔

جواب : یہ اعتراض بھی دینِ اسلام کے بنیادی اصول وضوابط اورروح وفلسفہ سے ناواقفی پر مبنی ہے۔ یہاں دو چیزیں ہیں (۱) قصاص: قتل کا بدلہ قتل (۲) دیت: قتل خطأ کی صورت میں مال (سواونٹ یا ان کی قیمت) سے تلافی۔۔ اسلام نے عورت کے قصاص و دیت دونوں کی صورت میں گہرے حقائق کو پیش نظر رکھا ہے۔آیئے ان کا جائزہ لیتے ہیں۔

قصاص کے حوالے سے گزارش یہ ہے کہ چونکہ جنسِ انسان ہونے میں مرد و

عورت دونوں برابر ہیں، دونوں ہی جسم وروح کے مالک ہیں، دونوں ہی اشرف المخلوقات ہیں، اس لیے اگر خدانخواستہ کسی نے کسی کو (خواہ مرد ہو یا عورت) عمداً قتل کر دیا اور ورثاء قصاص کے ہی طلب گار ہیں تو قاتل کو حکومت وعدالت قتل ہی کی سزا دیں گی۔ یعنی قصاص کی صورت میں مرد وعورت کا فرق روا نہیں رکھا جائے گا۔

اب آجائیے دیت کی طرف، اگر خدانخواستہ کوئی مرد قتل ہو گیا تو اس کی دیت پوری (سو اونٹ یا ان کی قیمت) اور عورت ہو گئی تو اس کی دیت مرد سے آدھی (پچاس اونٹ یا ان کی قیمت) ہو گی۔ اس فرق کی وجہ یہ ہے کہ یہاں اسلام نے مرد وعورت دونوں کی مالی ذمے داریوں کو پیش نظر رکھا ہے۔ مرد گھر کے تمام تر مالی معاملات کا ذمے دار ہوتا ہے، وہ کمانے کی مشقتیں بھی اٹھاتا ہے، شادی کے مصارف بھی برداشت کرتا ہے، عورت کو حق مہر بھی دیتا ہے، گھر بھی تعمیر کرتا ہے، جملہ ساز وسامان کا انتظام بھی کرتا ہے، روٹی کپڑے علاج کا بوجھ بھی اٹھاتا ہے، سارے کے سارے بچوں کا خرچ بھی سر لیتا ہے، والدین اور رشتے داروں کے حقوق بھی ادا کرتا ہے، جبکہ عورت پر ان میں سے کوئی ایک بھی مالی ذمے داری بالکل نہیں ہے۔

اب اگر مرد قتل ہو جائے تو اس سے سارے کا سارا کنبہ مالی لحاظ سے متأثر ہوگا، گھر بھی، عورت بھی، بچے بھی، والدین بھی، رشتے دار بھی۔ لہذا اسلام نے اس کے قتل پر پوری دیت (سو اونٹ) لازم کی، تاکہ کنبے کو لگنے والے فوری مالی جھٹکے کی کسی حد تک تلافی ہو سکے۔

لیکن اگر اس کے برعکس عورت قتل ہو جاتی ہے تو اس سے کنبے کو ذرہ برابر بھی مالی جھٹکا نہیں لگتا کیونکہ اس پر کنبے کی ایک روپے کی ذمے داری بھی نہیں ہے، لیکن پھر بھی اس کی انسانی عظمت اور جسمانی تقدس کے پیش نظر آدھی دیت فرض کی گئی ہے تاکہ اس کا خون رائیگاں نہ جائے اور لواحقین کی اشک شوئی ہو۔

پس معلوم ہوا کہ عورت کی دیت آدھی اس لیے نہیں ہے کہ وہ کوئی جنس انسان ہونے میں مرد سے کم تر ہے (ورنہ تو اس کا قصاص ہی نہ ہوتا) بلکہ اس لیے ہے کہ اس کے قتل سے کنبے کو مالی جھٹکا بالکل نہیں لگتا، ہاں یہ علیحدہ بات ہے کہ اخلاقی جھٹکا ضرور لگتا ہے۔

(13) میرا جسم، میری مرضی

مغربی تہذیب نے عورت ذات کو تباہ کرنے کے لیے ایک شیطانی نعرہ تخلیق کیا ''میرا جسم، میری مرضی''(My Body My Choice)۔اس نعرے کا بنیادی مقصد بندے کو رب کی بندگی سے آزاد کر کے اپنی ذاتی مرضی کا پابند بنانا ہے۔جس کا بالآخر نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ بندہ نفس و شیطان کا پیروکار اور طاغوتی ریاستوں کا غلام بن جاتا ہے۔آیئے ایک نظر بالترتیب اس شیطانی نعرے کا جائزہ لیتے ہیں۔

(1) دنیا میں حق و باطل کا ٹکراؤ مشیت ایزدی کا حصہ ہے، اللہ تعالیٰ نے جنت وجہنم کا حق دار بننے کے لیے ان دونوں کو دنیا میں رکھ دیا ہے۔۔آدم و ابلیس کے ٹکراؤ کا یہ سلسلہ شروع سے چلا آ رہا ہے اور قیامت تک چلتا رہے گا۔۔اہل حق اللہ ورسول کے لیے لڑتے ہیں اور اہل باطل نفس و شیطان کے لیے۔۔قرآن حکیم میں حق کے علم برداروں کو''حزب اللہ'' اور باطل کے علم برداروں کو''حزب الشیطان'' کے ناموں سے یاد کیا گیا ہے۔حزب اللہ کے لیے فلاح ونجات کی نوید اور حزب الشیطان کے لیے خذلان وخسران کی وعید ہے۔۔ خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو حق و باطل کی اس جنگ میں حق کا حصہ بنتے ہیں اور ڈٹ کر باطل کا مقابلہ کرتے ہیں۔

(2) ملت کفر حق کو پسپا کرنے کے لیے ہر دور میں نت نئے فتنے اٹھاتی چلی آئی ہے۔ اس وقت انسانیت کو''میرا جسم میری مرضی'' کا خوف ناک فتنہ درپیش ہے۔ملت کفر نے بہت سوچ سمجھ کر یہ خالص کفریہ نعرہ ایجاد کیا ہے۔کیونکہ اسلام تو نام ہی سر سے لے کر پاؤں تک سارے جسم پہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کو نافذ کرنے کا ہے۔ جب کہہ دیا''میرا جسم میری مرضی'' تو سارے کا سارا دین کلیتا فنا ہو کے رہ گیا، اس کے بعد آپ آزاد ہیں، اللہ ورسول کے جس حکم کی مرضی دھجیاں اڑائیں۔

(3) (ا)سب سے پہلے اپنے اوپر اپنی مرضی چلانے کا نعرہ شیطان نے لگایا تھا، اللہ

تعالیٰ کا حکم تھا کہ آدم کو سجدہ کرو، لیکن اس نے سر تسلیم خم کرنے سے کھلا انکار کر دیا، اس نے رب کے حکم کے سامنے اپنی مرضی چلائی اور شیطان قرار پایا۔

(۲) اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا: **ان اللـه اشترى من المـؤمـنيـن انفسهم و اموالهم بان لهم الجنة** ۔(بے شک اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال جنت کے بدلے میں خرید لیے)۔۔کریم رب نے ہمیں پیدا بھی خود کیا اور پھر خود ہی ہم سے ہمارے نفوس کو خرید بھی لیا۔۔پس جو جسم اللہ کے ہاتھ بک چکا ہے اب اس پر کسی کے لیے ایک فیصد بھی اپنی مرضی چلانا قطعاً ممنوع اور حرام ہے۔ رب کے بنائے اور خریدے ہوئے جسم پر صرف اور صرف رب کی ہی مرضی چلے گی۔

(۳) آٹھویں پارے میں ہے: **قل ان صلـوتـي و نسكي و محياى و مـماتي لله رب العلمين** (فرما دیجیے! بے شک میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور میری موت سب اللہ رب العالمین کے لیے ہیں)۔۔اس آیت کریمہ میں اپنا سب کچھ خدا کے حوالے کر دینے کی تاکید کی گئی ہے، جب سب کچھ خدا کے حوالے کر دیا تو پھر اپنی مرضی کہاں باقی رہ گئی۔

(۴) بائیسویں پارے میں ہے: **يا ايها الناس انتم الفقراء الى الله والله هـو الغـنـي الحميد** ۔(اے لوگو تم سب اللہ تعالیٰ کے محتاج ہو اور اللہ بے نیاز ہے حمد والا ہے)۔۔اس آیت میں بھی ہمیں اللہ تعالیٰ کا محتاج قرار دیا گیا ہے، اب یہ تو ظاہر ہے کہ محتاج کی اپنی کوئی مرضی نہیں ہوتی۔

(۵) ستائیسویں پارے میں ہے: **ومـا خـلـقـت الـجـن و الانـس الا ليـعـبـدون** ۔(اور میں نے جنوں اور انسانوں کو فقط اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا)۔۔اس آیت نے بھی واضح طور پر بتا دیا کہ بندے کی پیدائش کا مقصد فقط اپنے رب کی بندگی کرنا ہے۔۔۔جب مقصد حیات ہی رب کی بندگی ٹھہرا تو اپنی مرضی کہاں باقی رہ گئی۔دین تو اپنی مرضی کو رب کی مرضی میں فنا کر دینے کا نام ہے۔

(٦)دسویں پارے میں ہے:و رضوان من الله اکبر ۔(اللہ کی مرضی ہی ہر شے سے بالاتر ہے)۔۔معلوم ہوا کہ مرد ہو یا عورت، جوان ہو یا بوڑھا،کمزور ہو یا طاقت ور،امیر ہو یا غریب، بادشاہ ہو یا فقیر،سب پر لازم ہے کہ وہ اپنی مرضی کی نفی کر کے اللہ تعالیٰ کی مرضی کو اپنائیں۔

مذکورہ تمام آیات سے واضح طور پر معلوم ہوگیا کہ ''میرا جسم میری مرضی'' کا نعرہ انتہائی بدترین،ملعون اور کفریہ نعرہ ہے،اس سے سارے کا سارا اسلام ذبح ہو کے رہ جاتا ہے۔۔اصل اور درست نعرہ یوں ہے:''جسم بھی رب کا،مرضی بھی رب کی۔۔دھرتی بھی رب کی،نظام بھی رب کا''۔

(4) ہماری شریعت ہمیں سر سے لے کر پاؤں ہر ہر لمحے اپنے احکام کا پابند بناتی ہے، دن میں پانچ وقت نمازیں۔۔سال میں ایک ماہ کے روزے۔۔زندگی میں کم از کم ایک بار حج۔۔مالی لحاظ سے زکوٰۃ عشر فطرانہ قربانی۔۔جملہ معاملات میں آداب وسنن اور حقوق و فرائض کا کامل نظام۔

شریعت نہ دیکھنے اپنی مرضی سے دیتی ہے نہ سننے اپنی مرضی سے دیتی ہے۔۔نہ سونے اپنی مرضی سے دیتی ہے نہ جاگنے اپنی مرضی سے دیتی ہے۔۔نہ بولنے اپنی مرضی سے دیتی ہے نہ پہننے اپنی مرضی سے دیتی ہے۔۔نہ بیٹھنے اپنی مرضی سے ڈیتی ہے نہ چلنے اپنی مرضی سے دیتی ہے۔۔نہ بیچنے اپنی مرضی سے دیتی ہے نہ خریدنے اپنی مرضی سے دیتی ہے ۔۔نہ کھانے اپنی مرضی سے دیتی ہے نہ پینے اپنی مرضی سے دیتی ہے۔۔نہ مارنے اپنی مرضی سے دیتی ہے نہ منانے اپنی مرضی سے دیتی ہے۔۔نہ ہنسنے اپنی مرضی سے دیتی ہے نہ رونے اپنی مرضی سے دیتی ہے۔۔نہ جینے اپنی مرضی سے دیتی ہے نہ مرنے اپنی مرضی سے دیتی ہے۔۔حتی کہ وہ تو بیت الخلا تک میں بھی اپنی مرضی سے نہیں جانے دیتی۔۔پھر خود سوچیے کہ بندے کی اپنی مرضی کہاں باقی رہ گئی۔

(5) جو بھی شخص (عورت ہو یا مرد) یہ نعرہ لگاتا ہے وہ بتائے کہ کیا اس نے اپنا جسم خود

تخلیق کیا؟ وہ تو جب پیدا ہوا تھا تو اس کو خبر ہی نہیں تھی کہ وہ دنیا میں آ چکا ہے۔۔ وہ اگر چاہتا کہ پیدا ہی نہ ہو تو کیا یہ اس کے اختیار میں تھا؟ لہٰذا اس کے جسم پر اسی خدا کی مرضی چلے گی جس نے اس کو پیدا کیا۔۔ ہاں اگر اس نے اپنے جسم کو خود تخلیق کیا ہے تو پھر وہ اس کے ساتھ جو مرضی کرے اسے اس کا حق حاصل ہے۔

(6) ذرا سوچیے: کیا ہماری شکل وصورت ہماری مرضی سے بنی؟ ہمارا قد کاٹھ ہماری مرضی سے وجود میں آیا؟ ہمارا رنگ وروپ ہماری مرضی سے تخلیق ہوا؟ ہمارے جسم کا وہ کون سا حصہ ہے جس کی پیدائش میں ہمارا ذرہ برابر بھی ہاتھ ہو؟ جب ہمارے جسم کا کوئی ایک بال بھی ہماری مرضی سے پیدا نہیں ہوا تو پھر اس پر ہماری مرضی کیسے چل سکتی ہے؟ جس رب نے بنایا ہے مرضی بھی اسی کی چلے گی۔

(7) ہم جس جگہ، جس علاقے اور جس ملک میں پیدا ہوئے، کیا اس میں ہماری مرضی شامل تھی؟۔۔۔ ہم جس صدی، سال، مہینے، دن، گھنٹے، منٹ اور سیکنڈ میں پیدا ہوئے، کیا اس میں ہماری مرضی شامل تھی؟۔۔ ہم جس گھرانے، ذات، برادری، اور زبان والوں میں پیدا ہوئے، کیا اس میں ہماری مرضی شامل تھی؟۔۔۔ جب ہماری پیدائش تک میں بھی کسی بھی حوالے سے ہماری کوئی بھی مرضی شامل نہیں تو پھر ہم اپنے آپ پر اپنی مرضی کیسے چلا سکتے ہیں؟۔

(8) ہمیں اللہ تعالیٰ نے انسان بنایا وہ چاہتا تو گھوڑا گدھا، کتا بلا، ریچھ بندر اور خنزیر وغیرہ بھی بنا سکتا تھا اور ہم اس پر احتجاج کرنے کا بھی قطعاً کوئی حق نہیں رکھتے تھے۔ جب اس نے ہمارے لیے اپنی بہترین مخلوق ہونے کا انتخاب کیا تو پھر ہمیں بھی اپنی مرضی چلا کر اس سے غداری نہیں کرنی چاہیے بلکہ شکر ادا کرتے ہوئے اسی کی مرضی کا پابند بن کر رہنا چاہیے۔

(9) دیکھیے ہم خدا کے بنائے ہوئے نظام کے کتنے سخت محتاج ہیں۔۔ دل دھڑکن کا محتاج۔۔ سانس ہوا کی محتاج۔۔ دیکھنا آنکھ کا محتاج۔۔ سننا کان کا محتاج۔۔ بولنا چکھنا زبان کے محتاج۔۔ جسم روح کا محتاج۔۔ سوچنا عقل کا محتاج۔۔ سونگھنا ناک کا محتاج۔۔ چلنا ٹانگوں

کا محتاج۔۔ زندگی خوراک کی محتاج۔۔ چبانا دانتوں کا محتاج۔۔ بیماری علاج کی محتاج۔۔ تھکاوٹ آرام کی محتاج۔۔ سردی حرارت کی محتاج۔۔ گرمی ٹھنڈک کی محتاج۔۔ غرض یہ کہ ہم تو سرتا پا محتاج ہی محتاج ہیں۔۔ جب ایسا شدید ترین محتاج بندہ اپنے جسم پہ اپنی مرضی چلانے کے دعوے کرنا شروع کر دے تو اسے پاگل پن نہیں تو اور کیا کہا جائے گا؟۔

(10) اگر ہم اتنی ہی اپنی مرضی چلانے کے خواہش مند ہیں تو پھر آئندہ خدا کی مرضی سے باہر نکل کر کانوں سے دیکھیں۔۔ آنکھوں سے سنیں۔۔ ہاتھ سے چکھیں۔۔ بالوں سے بولیں۔۔ بازو سے چلیں۔۔ ٹانگوں سے پکڑیں۔۔ گرمیوں میں کمبل ڈال کر ہیٹر چلائیں۔۔ سردیوں میں ائیر کنڈیشنڈ چلا کر ہلکے کپڑے پہنیں۔۔ کھانا منہ کی بجائے کسی اور جگہ سے کھائیں اور نکاسی کا انتظام منہ سے کریں۔۔ دماغ کے کام مثانے کے سپرد کریں اور مثانے کے دماغ کے سپرد کریں۔۔ چبائیں ناک سے اور ہضم پھیپھڑوں سے کریں۔۔ جب ان سب کاموں میں ہماری کوئی مرضی نہیں چلتی تو پھر ہم کہاں اپنی مرضی چلانے کی خواہش لیے پھرتے ہیں؟۔

(11) اگر ہمارے جسم پہ ہماری ہی مرضی چلتی ہے تو بتایا جائے کہ ہاتھ پاؤں کی انگلیاں دس دس کیوں ہیں، بیس بیس کیوں نہیں؟۔ ٹانگیں دو دو ہیں دس دس کیوں نہیں؟۔ آنکھیں سر کے اگلی طرف ہیں، پچھلی طرف کیوں نہیں؟۔ ناک ایک ہے تین کیوں نہیں؟۔ ہاتھوں کی انگلیاں بڑی اور پاؤں کی چھوٹی ہیں اس کے الٹ کیوں نہیں؟۔ سر گردن کے اوپر اور پاؤں ٹانگوں کے نیچے ہیں، اس کے برعکس کیوں نہیں؟۔

اگر اپنے جسم پہ اپنی مرضی چلانے کی اتنی ہی خواہش ہے تو پھر خدا کی مرضی سے نکل کر اس کی تخلیق کا الٹ کر کے دکھائیں تا کہ اپنے جسم پہ اپنی مرضی چلانے کا زبردست مظاہرہ دنیا کو دکھایا جا سکے۔

(12) جسے اپنے جسم پہ اپنی مرضی چلانے کا شوق ہے تو وہ رب کی بنائی ہوئی اس دنیا سے باہر نکل کے دکھائے، سورج چاند ستاروں سے فائدے حاصل کرنا بند کر دے، زمین

سے پیدا ہونے والی خدائی نعمتوں کا استعمال کلیتا ترک کر دے، خدا کی دی ہوئی موجودہ جسمانی ساخت کو بدل کر اس کی کوئی اور ساخت بنا ڈالے، پیاس لگے تو آگ پیے اور بھوک لگے تو زہر کھائے، تاکہ دنیا کو پتہ تو چلے کہ یہ شخص واقعی اپنے جسم پہ اپنی مرضی چلا سکتا ہے۔

(13) ہماری بے بسی کا عالم تو یہ ہے کہ ہم جن آنکھوں سے ساری دنیا کو دیکھتے ہیں ان سے خود انھیں آنکھوں کو آئینے کے بغیر نہیں دیکھ سکتے۔۔ہم اپنا چہرہ، کان، سر، سر کے اندرونی حصے اور کمر تک کو براہ راست نہیں دیکھ سکتے۔۔ہم اپنی کھال کے اندرونی حصے، جسم کے اندرونی اعضاء، ہڈیوں اور ان کے گودے تک کو براہ راست نہیں دیکھ سکتے۔۔اب جو شخص خود اپنے آپ کو ننانوے فیصد اپنی مرضی سے دیکھ تک نہیں سکتا وہ اسی جسم کو اپنی مرضی سے چلانے کے دعوے کرتا پھرتا ہے......کتنا احمق ہے یہ انسان؟

(14) جو کہتا پھرتا ہے ''میرا جسم میری مرضی'' اسے ہمارا چیلنج ہے کہ وہ اپنے آپ کو موت سے بچا کے دکھائے۔۔اب جو شخص اپنے آپ سے موت کو ہی نہیں ٹال سکتا اس بے چارے کی اپنے جسم پہ کیا مرضی؟۔موت ٹالنا تو دور کی بات وہ تو اپنی موت کا صحیح وقت بھی بتانے سے قاصر ہے۔۔نجانے کب، کہاں اور کس حالت میں اسے موت آئے گی۔

جس بے چارے کا نہ تو دنیا میں آنا اپنے اختیار میں ہے اور نہ ہی جانا اپنے اختیار میں ہے اس کے دعوے سنو تو کہتا پھر رہا ہے ''میرا جسم میری مرضی'' واہ جی واہ۔

(15) جو مسلمان عورت کہے ''میرا جسم مرضی'' اس سے ہمارا سوال ہے کہ کیا وہ اپنے باپ سے شادی کرے گی؟ بھائی سے کرے گی؟ دادا نانا سے کرے گی؟ چچا ماموں سے کرے گی؟ یقیناً نہیں کرے گی۔۔کیوں؟ اس لیے کہ اس کے جسم پہ اس کی نہیں، خدائے بزرگ و برتر کی مرضی ہے۔

ہم اس سے پوچھتے ہیں کہ کیا وہ چاہے گی کہ مرنے کے بعد اس کی میت پہ جنازے کی بجائے انڈین گانے چلائے جائیں اور پھر بے گور و کفن کسی درخت کے ساتھ الٹا لٹکا دیا جائے؟ ویسے کرنا تو اسی طرح چاہیے، کیونکہ جنازے اور کفن دفن میں تو پھر خدا کی

مرضی شامل ہو جائے گی، جو اسے قبول نہیں ہے۔

(16) رب نے بندے کو اتنی لاکھوں چیزوں میں اپنا محتاج پیدا کر کے اسے سمجھا دیا کہ اب اس کی بھلائی اسی میں ہے کہ وہ شرعی احکام میں بھی اسی کی مرضی کا پابند بن جائے۔۔ ویسے رب کی مرضی کی پابندی میں دنیاوی لحاظ سے بھی فائدہ ہی فائدہ ہے، بندہ پرسکون زندگی گزارتا ہے۔۔اور آخرت کا بھی فائدہ ہے، جنت عطا ہوگی۔ان شاءاللہ تعالیٰ

(17) مذکورہ دلائل سے ثابت ہوا کہ "میرا جسم میری مرضی" کا نعرہ ایک خالص کفریہ نعرہ ہے،اس کی حمایت دراصل شیطان کی حمایت ہے۔ جو بھی مسلمان اس کفریہ نعرے پہ یقین رکھتا ہے اس پہ لازم ہے کہ فوراتوبہ کر کے دوبارہ کلمہ پڑھے اور از سرنو مسلمان ہو۔نیز جو بھی شخص یہ نعرہ لگاتا نظر آئے اسے اس کفر سے منع کرنا بھی فرض ہے، ورنہ عذاب الہی دونوں کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا،نعرہ لگانے والے کو بھی اور منع نہ کرنے والے کو بھی۔

(18) اس نعرے کے پس پردہ شیطانی قوتوں کے بہت سے عزائم پوشیدہ ہیں۔ چند ایک ملاحظہ ہوں:

(۱)اس کا ایک مقصد دلوں سے ایمان کو نکال باہر کرنا ہے، یعنی اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی مرضی کی بجائے اپنی ذاتی مرضی چلانے کی کفریہ سوچ۔ جب بندہ اپنے اوپر اپنی مرضی چلانا شروع کر دیتا ہے تو دائرہ ایمان سے باہر نکل آتا ہے۔

(۲)اس کا ایک مقصد بدکاری کے کاروبار کو فروغ دینا ہے، کیونکہ عالمی طاقتوں کا دنیا بھر میں بدکاری کا وسیع وعریض کاروبار ہے، وہ عورتوں کو نکاح کے حسین بندھن سے نکال کر بدکاری کے ملعون کاروبار کا حصہ بنانا چاہتی ہیں۔اسلامی احکام کے ہوتے ہوئے ایک چادر و چار دیواری میں محفوظ مسلمان عورت تک ان کی رسائی ناممکن ہے، لہٰذا وہ اس نعرے کے ذریعے اسے ورغلا کر چادر و چار دیواری سے باہر نکالنا چاہتی ہیں۔ جب عورت من مانی کرتے ہوئے گھر سے باہر نکل آئے گی تو ماں باپ، بہن بھائی، بیٹا بیٹی، شوہر سسر، خاندان برادری سب سائبانوں سے محروم ہو جائے گی۔۔اب وہ ایک کٹی پتنگ ہوگی جو بآسانی ان

شیطانوں کی جھولی میں جا گرے گی، جس سے وہ اپنی مرضی کے کام لے سکیں گے۔

(۳) اس کا ایک مقصد مسلمانوں کے خاندانی نظام کو تباہ کرنا بھی ہے، کیونکہ خاندان بچانے کے لیے اسلام نے عورت کے جملہ اخراجات کی ذمے داری پہلے والد اور پھر شوہر کے سپرد کی ہے۔۔ جب عورت اپنی مرضی کے فلسفے پہ عمل کرتے ہوئے والد اور شوہر کے مقابلے میں آ جائے گی تو گھروں میں فسادات پھوٹ پڑیں گے، پھر نہ تو باپ اس کی ذمے داری قبول کرنے کے لیے تیار ہو گا اور نہ ہی شوہر۔۔ اس طرح خاندان اجڑنا شروع ہو جائیں گے۔

(۴) اس کا ایک مقصد ملک کو دو طبقات (مذہبی، سیکولر) میں تقسیم کر کے انہیں آپس میں لڑانا بھی ہے تا کہ ملک میں انارکی پھیلے، شور شرابہ ہو، فتنہ فساد بڑھے اور ملک کی فکری و نظریاتی جڑیں کھوکھلی ہوں۔

لہذا اب یہ اہل حق کی ذمے داری بنتی ہے کہ وہ باطل کے اس لشکر کے خلاف خم ٹھونک کے میدان میں آ جائیں اور جب تک انہیں شکست سے دوچار نہ کر لیں آرام سے نہ بیٹھیں۔

خاتمہ

آخر میں چند اہم امور کی طرف توجہ دلا کر ہم اپنی اس تحریر کو پایۂ تکمیل تک پہنچاتے ہیں۔

(1) دین اسلام اور تہذیب مغرب دو متضاد نظریات ہیں۔ یہ کبھی بھی یک جا نہیں چل سکتے۔ فکر مغرب دراصل کفر مغرب ہے، اور اسلام اور کفر کا آپس میں کوئی جوڑ نہیں ہے۔ اسلامی تہذیب خالصتاً عارفانہ وعابدانہ ہے، جہاں کاروبار پوری تہذیب کا ایک حصہ ہے اور وہ بھی بطور عبادت۔ جبکہ مغربی تہذیب صارفانہ وتاجرانہ ہے، جہاں فرد سے لے کر حکومت تک ہر ہر چیز کاروبار ہے۔ اس کی نظر میں خدا کی خاص عبادت تک بھی اگر تجارتی فائدہ پہنچائے تو کارآمد ہے ورنہ بے کار چیز ہے۔ اسی طرح اس کے ہاں بغیر کسی پرافٹ کے دولت کو ماں باپ، مسجد یا صدقہ خیرات وغیرہ میں لگانا خسارہ شمار ہوتا ہے۔ جبکہ اسلام ایسے مواقع پر صرف رضائے الٰہی اور اجرِ آخرت کے حصول کے لیے کسی دنیاوی پرافٹ کی امید کے بغیر پیسہ لگا دینے کا حکم دیتا ہے۔ ہم مسلمان اپنے ہر عمل میں اخروی فائدے کو پیش نظر رکھتے ہیں جبکہ اہل مغرب اپنے ہر عمل میں دنیاوی فائدے کو پیش نظر رکھتے ہیں۔

(2) اسلامی تہذیب مغربی تہذیب کے مقابلے میں انسانیت کے لیے کروڑوں گنا زیادہ مفید اور پرکشش ہے۔ لیکن چونکہ اسلامی تہذیب میں سادگی ہے' اس لیے اس کا فائدہ اور کشش سامنے نظر نہیں آتے مگر وہ حقیقی اور باطنی ہیں۔ جبکہ مغربی تہذیب میں چونکہ چمک دمک ہے' اس لیے اس کا فائدہ اور کشش سامنے تو نظر آتے ہیں مگر وہ مصنوعی اور ظاہری ہیں۔ بنیادی طور پر مغربی تہذیب' انسانیت اور اس کی خوشیوں کی قاتل تہذیب ہے۔

یہ بھی اسلامی تہذیب کی ایک بہت بڑی کامیابی ہے کہ خاندانی نظام کی وجہ سے مسلمانوں کی افرادی قوت روز بروز بڑھ رہی ہے، جبکہ اس کے مقابلے میں مغرب کی افرادی قوت گھٹ رہی ہے، اب وہ مسلمانوں کو بھی خاندانی منصوبہ بندی وغیرہ کے

جھانسوں میں لاکر بڑی شدت سے تباہ و برباد کردینے کا خواہش مند ہے۔

(3) مزید یہ کہ چادر اور چار دیواری کے حصار میں محفوظ ہونے کی وجہ سے مسلمان عورتوں کی خداداد کشش بھی مکمل طور پر قائم اور دائم ہے، جبکہ مغرب کی عورت مکمل عریاں ہوجانے کی وجہ سے یہ کشش بالکل کھوچکی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مغرب کے سمجھ دار لوگ اب اپنی تہذیب سے بے زار ہو چکے ہیں، وہ بڑی حسرت سے ایڑیاں اٹھا اٹھا کر اسلام کی ہری بھری تہذیب کی طرف دیکھ رہے ہیں۔

ان کی سمجھ دار عورتیں اسلام کے دامن میں پناہ لے رہی ہیں۔ جب انہیں پتہ چلتا ہے کہ مسلمان مرد تو اپنی عورتوں اور بچوں کے جملہ اخراجات اپنے ذمے لیتے ہیں اور انہیں عزت کے ساتھ گھر بٹھاتے ہیں تو وہ کمائی کے دھندوں اور جملہ اخراجات کی ذمے داریوں سے نکل کر مسلمانوں سے شادی کرنا پسند کرتی ہیں۔

اسی طرح ان کے مرد بھی اسلام قبول کرکے مسلم امہ کا حصہ بننے کی طرف مائل ہو رہے ہیں، کیونکہ مغربی تہذیب نے ان کے گھروں کا سکون غارت کردیا ہے۔ جب وہ کاروبار زندگی سے تھک ہار کر اپنے گھروں کو جاتے ہیں تو وہ شفقت کرنے والی ماں، محبت کرنے والی بیوی اور بھاگتے دوڑتے شرارتیں کرتے بچوں سے خالی نظر آتے ہیں۔

مغرب سے بہت بڑی بھول ہوئی کہ اُس نے ہر خوشی کی بنیاد دولت کو سمجھ لیا۔ یاد رہے کہ دولت سے سب کچھ خریدا جاسکتا ہے مگر حقیقی خوشیاں نہیں۔ وہ تو انمول خدائی تحفہ ہوتی ہیں۔ وہ پیسوں کی بجائے عبادتوں سے، دعاؤں سے، رشتوں سے، خدمتوں سے، مروتوں سے، قربانیوں سے، تعلق داریوں سے اور نیک سلوکوں سے حاصل ہوتی ہیں۔

(4) ہمیں یہ اعتراف کرنے میں قطعاً کوئی جھجک نہیں ہے کہ مسلم معاشروں میں بھی عورتیں بہت سے مسائل کا شکار ہیں۔۔ لیکن ایک تو سب عورتیں ان کا شکار نہیں ہیں۔۔ دوسرا ان کا سبب اسلام نہیں بلکہ اس سے دوری ہے۔۔ تیسرا یہ دوری بھی مسلمان ملکوں میں عالمی طاقتوں کی جابرانہ مداخلت کی وجہ سے ہے۔۔ چوتھا وہ مسائل یورپ کی عورتوں کے

مسائل کے مقابلے میں بہت چھوٹے ہیں۔

مسلم معاشروں میں عورتیں جن مسائل کا شکار ہیں ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں جو کہ ہر جگہ نہیں بلکہ بعض بعض مقامات پر پائے جاتے ہیں:

مثلاً ان کی پیدائش پر شرمندگی۔۔دینی تعلیم سے ان کی محرومی۔۔مکمل طور پر باپردہ علیحدہ تعلیم کی عدم دستیابی۔۔مردانہ نصاب پڑھنے کی مجبوری۔۔عصمت دری۔۔تیزاب گردی۔۔وراثت کا نہ ملنا۔۔جہیز وغیرہ کی وجہ سے شادی میں تاخیر۔۔زبردستی کی شادی۔۔وٹہ سٹہ۔۔ونی۔۔قرآن سے شادی۔۔جاہل شوہروں کی طرف سے بدسلوکی، بے جا گالی گلوچ اور مار پیٹ۔۔ان کی آمدنی اور ملکیت پہ ناجائز قبضہ۔۔معمول سے ہٹ کر گھریلو کاموں کا بوجھ۔۔طلاقوں میں اضافہ۔۔کرپٹ نظام عدل کے سبب ظلم وزیادتی کی بروقت عدم تلافی۔۔مطلقہ اور بیوہ عورتوں کے نکاح ثانی میں رکاوٹیں وغیرہ۔

(5) یہاں یہ بھی ذہن میں رہے کہ ہمارے مسلم معاشروں میں صرف عورتیں ہی استحصال کا شکار نہیں بلکہ مغربی تہذیب کی عالمی تباہ کاریوں کی وجہ سے مجموعی طور پر سارے کا سارا ماحول ہی زوال کا شکار ہے۔مثلاً ہم دیکھتے ہیں کہ معاشرتی اقدار میں تنزل آ چکا ہے ۔۔سیکولر ایجوکیشن کو غلبہ حاصل ہے ۔۔مہنگائی روز افزوں ہے ۔۔ بہت سے لوگ ضروریات زندگی تک سے محروم ہیں۔۔بے روزگاری کی شرح بڑھ رہی ہے۔۔بددیانتی نے معاشرتی بنیادیں کھوکھلی کر دی ہیں۔۔مادر پدر آزادی میں اضافہ ہو رہا ہے۔۔میڈیا بے لگام ہو چکا ہے۔۔ترقی کی دوڑ میں انسانیت بہت پیچھے رہ گئی ہے۔۔میرٹ کا قتل عام ہو رہا ہے۔۔بے چینی اور اضطراب بڑھتے چلے جا رہے ہیں، وغیرہ وغیرہ۔

(6) اس سلسلے میں ہماری سوچی سمجھی اور نپی تلی رائے یہی ہے کہ ان سب خرابیوں کا سبب ہر ہر شعبے میں مغربی تہذیب کی نقالی اور عالمی طاقتوں کا سیاسی ومعاشی غلبہ ہے۔ہمیں مغرب کے ہاتھوں اسلام کا سودا بہت مہنگا پڑا ہے۔اگر آج بھی یہ نقالی چھوڑ دی جائے اور غلبہ توڑ دیا جائے تو یہ سب خرابیاں اپنی موت آپ مر جائیں گی۔لیکن یاد رہے کہ ان تمام تر

خرابیوں کے باوجود بھی ہمارے معاشرے کئی لحاظ سے مغربی معاشروں سے بدرجہا بہتر ہیں ۔ ہمارا علاج صرف اور صرف گنبد خضراء کے سائے تلے خدا و رسول کی مکمل محبت و اطاعت کے جذبے کے ساتھ متحد ہو جانے میں ہے۔

چاہتے ہو تم اگر نکھرا ہوا فردا کا رنگ
سارے عالم پہ چھڑک دو گنبد خضراء کا رنگ

(یہ تحریر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم، حضور ﷺ کی نگاہ عنایت اور علامہ پروفیسر مفتی محمد اکبر مصطفوی صاحب کے لمحہ بہ لمحہ تعاون سے آج 23 شعبان المعظم 1441ھ بمطابق 17 اپریل 2020ء بروز جمعہ بوقت چار بجے سہ پہر اختتام کو پہنچی۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین)

